خدام الدین



حضرت
شیخ عبدالقادر جیلانیؒ
کی
آخری وصیت

۱۵ ذوالحجہ ۱۳۹۵ھ	۱۹ دسمبر ۱۹۷۵ء

احادیث الرسول

سنتِ نبویؐ کی اہمیت

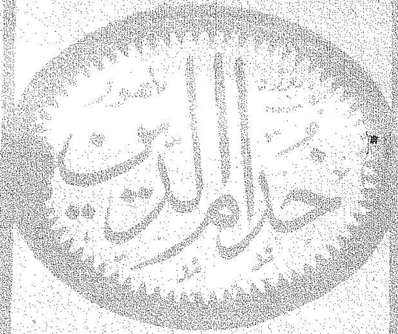
عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا بُنَیَّ اِنْ قَدَرْتَ اَنْ تُصْبِحَ وَتُمْسِیَ وَلَیْسَ فِیْ قَلْبِکَ غِشٌّ لِاَحَدٍ فَافْعَلْ ثُمَّ قَالَ یَا بُنَیَّ وَذٰلِکَ مِنْ سُنَّتِیْ وَمَنْ اَحَبَّ سُنَّتِیْ فَقَدْ اَحَبَّنِیْ وَمَنْ اَحَبَّنِیْ کَانَ مَعِیْ فِی الْجَنَّۃِ۔

ترجمہ: حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے میرے بچے! اگر تو اس بات پر قادر ہو کہ صبح کرے اور شام کرے اس حال میں کہ تیرے دل میں کسی کی طرف سے کینہ نہ ہو تو کر۔ پھر فرمایا یہ میری سنت ہے اور جس نے میری سنت کو پسند کیا اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔

حضرت انسؓ کو جو آپ نے یہ نصیحت فرمائی وہ حقیقت میں سونے کے حروف میں لکھنے کے قابل ہے اور حضرت انسؓ نے اس کو دنیا کی بہتری اور بہبودی کے لیے سب کے سامنے بیان کر دیا۔ یہ ان کا اتنا بڑا احسان ہے جس کو بھلایا نہیں جا سکتا۔ پھر جن لوگوں نے اس کو لکھ کر ہمیشہ کے واسطے محفوظ کر دیا وہ شکر کے مستحق ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نہایت شفقت بھرے الفاظ میں فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اس طرح زندگی بسر کرے کہ صبح جب اٹھے تو اس کا دل صاف ہو اور اس کے دل میں کسی کی طرف سے کینہ، دشمنی، حسد، عداوت نہ ہو۔ اسی طرح جب شام کرے تو دل صاف ہو اور کسی کی طرف سے برا خیال اس کے دل میں نہ ہو تو وہ بے شک قابل تعریف ہے اور ہر شخص کو ایسا ہی بننے کی کوشش کرنی چاہیے کہ اس کا دل آئینہ کی طرح صاف ہو۔ اس کے دل میں کسی سے کوئی کدورت اور دشمنی نہ ہو۔ ایسا شخص وہی ہو سکتا ہے جو ہر ایک کا خیر خواہ ہو، کسی کو برا بھلا نہ کہے، نیک کاموں میں ہر ایک کی مدد کرنے کے لیے تیار ہو۔ خود بری باتوں سے بچے، ہر ایک کے ساتھ نیکی کا برتاؤ کرے اور بری باتوں سے اس ڈھب سے منع کرے کہ دوسرے کو اس کی بات کڑوی نہ لگے۔ ایسے آدمی کو کوئی برا نہیں کہتا اور نہ اس کو کوئی اس طرح ستاتا ہے۔ وہ کسی پر کوئی ظلم نہیں کرتا اس لیے کوئی اس سے ناراض نہیں ہوتا۔ ایسے شخص کا کوئی دشمن نہیں ہوتا اور نہ وہ کسی کی طرف سے دشمنی کا خیال دل میں لا سکتا ہے۔ تیزی، چلبلاہٹ اور غصہ کی برائی سے لوگ دشمنی پیدا کرتے ہیں۔ جب وہ کسی کو ستاتا ہے یا کسی کی کوئی چیز چھیننی چاہتا ہے بلکہ جب بھی موقعہ ملے کچھ دبا لیتا ہے پھر اس کا دشمن کیوں نہ پیدا ہو جائے۔ تو اس کے دل میں حسد ہے، غرور ہے کہ دوسرے کو نیچا دکھائے اور اپنے آپ کو اونچا دکھائے کی لت ہے پھر اس کا دل صاف کیوں نہ ہو گا۔ یہی باتیں ہیں جو دل کا کھوٹ کہلاتی ہیں اور حدیث میں ان کو غش کہا ہے۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ میرا طریقہ یہی ہے۔ جو میرے طریقہ کو پسند کرے وہ مجھ سے سچی محبت رکھتا ہے اور جو مجھ سے محبت رکھے گا وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔ اس ارشاد سے واضح ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت صرف چند ظاہری رسوم کا نام نہیں بلکہ ان جیسی عادات اپنے اندر پیدا کرنا سنت کی پیروی کرنا ہے۔ اللہ اللہ کس قدر بڑی سعادت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ جس نے میری سنت کو محبوب جانا گویا اس نے مجھ سے محبت کی اور جو مجھ سے محبت رکھے گا وہ میرے ساتھ جنت میں جائے گا۔



جاری کردہ

شیخ التفسیر

حضرت مولانا احمد علی قدس سرہ العزیز

مدیر مسئول

جانشین شیخ التفسیر مولانا عبید اللہ انور

رئیس التحریر

مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود مدظلہ

مدیر

محمد سعید الرحمن علوی

مولانا محمد اجمل

زاہد الراشدی

صاحبزادہ محمد ...

بدل اشتراک

سالانہ ۔۔۔۔ ۲۶

ششماہی ۔۔۔۔ ۱۴

سہ ماہی ۔۔۔۔ ۸

فی شمارہ ۔۔۔۔ ۰/۸۰

یوم سیاہ

حزب اختلاف کے متحدہ پارلیمانی کنونشن نے اپنے ۲۰ دسمبر کے اجلاس لاہور میں جو فیصلے کیے ہیں وہ عوام کے سامنے آ چکے ہیں۔ ان فیصلوں پر حکومتی حلقوں کا شور و غوغا بلاوجہ نہیں، دراصل بھٹو صاحب اور ان کے حواری اس حقیقت کو خوب جانتے ہیں کہ انہوں نے اپنے چار سالہ دور اقتدار میں ایسے "سیاہ کارنامے" سرانجام دیے ہیں کہ عوام کے دلوں میں ان کے لیے کوئی جگہ نہیں اور ہر روز تشدد کے نت نئے طریقے آزمانے کے باوجود وہ اندر سے کھوکھلے ہو چکے ہیں۔

حزب اختلاف کے فیصلوں میں ایک فیصلہ یہ ہے کہ ۲۰ دسمبر کو یوم سیاہ منایا جائے۔ یوم سیاہ کے لیے اس دن کا تعین اس لیے کیا گیا کہ ٹھیک اسی دن بھٹو صاحب کے دور اقتدار کے چار سال پورے ہو رہے ہیں۔ ۱۹۷۰ء کے انتخابات میں ملکی سطح پر بھٹو صاحب اور ان کی پارٹی بالکل اس پوزیشن میں نہ تھی کہ اقتدار حاصل کر سکے۔ حصول اقتدار کی خاطر انہوں نے جو پاپڑ بیلے وہ ایک المناک داستان ہے۔ عین آخری وقت میں جبکہ مشرقی پاکستان کا مسئلہ فیصلہ کن مرحلہ میں داخل ہو چکا تھا، وہ نیویارک کے ہوٹلوں میں دادِ عیش دے رہے تھے اور بظاہر بیماری کا بہانہ تھا اور جب جنرل اسمبلی میں گئے تو اپنے ناروا طرز عمل سے انہوں نے مشرقی و مغربی حصہ ملک کے درمیان پیدا ہونے والی نفرت کی دیوار کو مضبوط و مستحکم کر دیا۔ حتیٰ کہ وہ ابھی وہیں تھے کہ ملک دو ٹکڑے ہو گیا۔ اور اس کے بعد وہ دوڑے دوڑے آئے اور سیدھے ایوان صدر میں جا کر یحییٰ خان سے طویل گفتگو کی۔ اس گفتگو کے بعد جب وہ باہر نکلے تو اپنے سر پر "عوامی چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر" کا تاج زیب تن کیا! اور معلوم ہوا کہ انہوں نے ایک لمحہ ضائع کیے بغیر یحییٰ خان سے ہی حلف لے لیا اور کسی ضابطہ و اصول کا خیال نہ رکھا۔

سن ۷۱ء کا وہ دن ان کے لیے یقیناً مسرت و خوشی کا دن تھا کہ ان کا "گوہر مقصود" انہیں حاصل ہو گیا تھا لیکن پاکستانی عوام کے تاریک مستقبل کی اس دن ابتدا ہوئی اور وہ تاریکی اب بڑھتے بڑھتے پورے ملک اور پوری قوم کو

ہوائی پلیٹ فارم سے چل چکا ہے اور روشنی ہے کہ دور دور تک نظر نہیں آتی۔

جیسا کہ ہم اس سے پہلے ایک اداریہ میں عرض کر چکے ہیں کہ عدلیہ بے بس ہے۔ انتظامیہ مفلوج ہے۔ مقننہ محض ایک روایت کا نام ہے اور صحافت دم توڑ رہی ہے بلکہ توڑ چکی ہے۔ ایسے میں ملک کے ہر بہی خواہ کا فرض ہے کہ وہ انفرادی مفادات کا جوا گلے سے اتار پھینکے اور ملک و ملت کی سلامتی کے لیے مردانہ وار میدان میں آجائے۔

مقام مسرت ہے کہ حزب اختلاف نے حکمرانوں کی چوتھی سالگرہ کے موقعہ پر ایک ہلکا پھلکا احتجاجی پروگرام تجویز کیا ہے۔ لیکن اگر پوری جدوجہد کی جائے اور اس پروگرام کو کامیابی کے ساتھ پایۂ تکمیل تک پہنچایا جائے تو یہ دن بدروحوں کی "روحانی بیماری" کا روپ دھار سکتا ہے۔ ہم جمعیۃ علماء اسلام کے جیالے، بہادر اور شاہین صفت کارکنوں سے بالخصوص اور ملک بھر کے مخلص و محب وطن کارکنوں سے بالعموم یہ گزارش کرنا چاہتے ہیں کہ اس دن کے لیے آپ کے رہنماؤں نے جو پروگرام تجویز کیا ہے اس پر بھرپور طریق سے عمل کر کے یہ ثابت کر دیں کہ ملک و ملت کے خلاف ہونے والی کسی سازش کو آپ کامیاب نہیں ہونے دیں گے اور سازشی عناصر کو کیفر کردار تک پہنچا کر دم لیں گے۔

آج حکومت سے تعلق رکھنے والا ہر چھوٹا بڑا فرد اور قومی ذرائع ابلاغ جس ڈھٹائی کے ساتھ آپ کے مجوزہ پروگرام کے خلاف چیخ و پکار کر رہے ہیں، اس سے آپ کو احساس ہو جانا چاہیے کہ اگر آپ نے پوری احساس ذمہ داری اور جرأت و مردانگی کے ساتھ اس دن اپنے جذبات حریت کا مظاہرہ کیا تو پھر ظلم و جور کے سانچے میں ڈھلے ہوئے ان نام نہاد "عوامیوں" کا کیا حشر ہوگا؟

اللہ تعالیٰ آپ کے عزائم میں برکت دے اور دین اسلام کی سربلندی کی خاطر آپ کی جدوجہد بار آور بنائے۔

ع "این دعا از من و از جملہ جہان آمین باد"

مرزائی اور حکومت

پچھلے دنوں وزیر اعظم بھٹو کے دورہ سرگودھا کے موقعہ پر دستاویز تقسیم کی جس کا تعلق دور حکومت میں شہر بھر میں ہونے والے واقعات سے تھا اور جس میں بقول انتظامیہ مرزائیوں کو نقصانات پہنچایا گیا تھا۔

اس واقعہ کے بعد لاتعداد مسلمان گرفتار ہوئے جن کے مقدمات اب تک چل رہے ہیں جبکہ دوسری طرف ۳۰۷ تک کی دفعات کے کیس جو مرزائیوں کے خلاف تھے ختم کر دیئے گئے ہیں۔

اسی طرح ہمیں کیمبل پور سے اطلاع ملی ہے کہ سجاد شہید کے عینی مسلمان گواہوں کو انتظامیہ تنگ کر رہی ہے۔ کیونکہ اس کیس میں ماخوذ ملزم جو مرزائی ہیں ہائی کورٹ تک سے ضمانت کروانے میں ناکام رہے ہیں اور اب تک جیل ہی میں ہیں۔ تازہ اطلاعات کے مطابق حالت یہ ہے کہ ان افراد کو پریشان کیا جا رہا ہے جو اس کیس میں عینی گواہ ہیں اور جنہوں نے مرزائیوں کی ان حرکات کو بچشم خود دیکھا ہے۔

اسی طرح مرزائی ملک کے مختلف علاقوں میں وسیع پیمانہ پر لٹریچر تقسیم کر رہے ہیں جس میں مقدس اسلامی اصطلاحات کو وہ استعمال کر رہے ہیں۔ کلیدی مناصب پر وہ آپ رہتے ہیں۔ ایسے میں حکومتی حلقوں کا اس فیصلہ کو اپنے کارناموں میں شمار کروانا شرمناک جسارت ہے۔

ہم حکومت سے کہیں گے کہ وہ تحریک کے قانونی تقاضے پورے کرے۔ ورنہ پھر مجلس عمل اپنا کردار ادا کرنے پر مجبور ہوگی۔

۱۱-۱۲-۷۵

حدِّ اطاعت

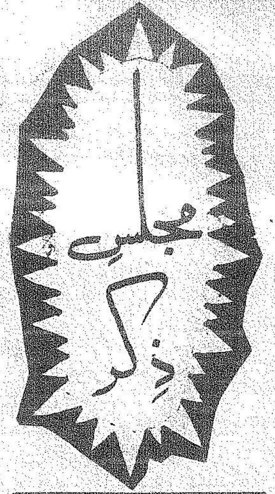
لَا طَاعَةَ فِي مَعْصِيَةٍ (بخاری)

گناہ کے کام میں کسی مخلوق کی اطاعت درست نہیں ہے

ع معصیت میں طاعتِ خلقت نہیں

معصیت ہے معصیت طاعت نہیں

(ابوالخیر اسدی)



دل کی اصلاح کیلئے

اہل اللہ کی خدمت ضروری ہے

مرتب: صالح محمد حضروی

حضرت مولانا عبد القیوم صاحب قاضی عدالت شرعیہ پنجاب

الحمد للہ وکفیٰ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ:

امّا بعد:

فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلٰوتِهِمْ خَاشِعُوْنَ ۝ صدق اللہ العظیم

اللہ پاک نے اس آیت میں مومنوں کو ایک خوشخبری سنائی وعدہ کر دیا۔ اور یہ قاعدہ ہے کہ جتنی بلند شخصیت کا وعدہ ہو وہ پورا ہو کر رہتا ہے۔ چھوٹے لوگ وعدہ ٹال دیتے ہیں بڑے لوگ وعدہ پورا کرتے ہیں، وعدہ کی پابندی کرتے ہیں اور خدا سے بڑا تو ہے کوئی نہیں۔ وہ بے انتہا بڑا ہے۔ جس کی بڑائی کی کوئی حد نہیں۔ ہم نماز اور اذان میں اللہ اکبر کہتے ہیں کہ اللہ سب سے بڑا ہے، زمین سے بڑا، آسمان سے بڑا، سارے جہان سے بڑا۔ بادشاہوں سے بڑا، وزراء سے بڑا، کارخانوں سے بڑا، دکانوں سے بڑا، تمام دنیا سے بڑا۔ تو پھر جب اتنی بڑی شخصیت وعدہ کرے تو پورا ہی ہوتا ہے۔ اس کا وعدہ کبھی خطا نہیں ہوتا اور اس کے باوجود ان کی کرم نوازی ہے کہ لفظ قَدْ داخل کر کے وعدہ کرتے ہیں۔ قَدْ کا معنیٰ ہے بے شک اور پھر ماضی کا صیغہ استعمال فرماتے ہیں۔ اَفْلَحَ۔ وعدہ تو پورا ہوگا قیامت کو لیکن پہلے ہی ماضی کا صیغہ فرمایا گویا کہ پورا ہو چکا۔ کہ بے شک کامیاب ہو چکے ہیں وہ مومن جو اپنی نمازوں میں خشوع اختیار کرتے ہیں۔ جو مومن اپنی نمازوں میں خشوع اختیار کریں گے وہ کامیاب ہوں گے۔ گویا اللہ پاک یوں فرماتے ہیں کہ ان کو کامیابی کا سرٹیفکیٹ مل چکا۔ اب خشوع کس کو کہتے ہیں تاکہ ایسی خشوع والی نماز ہم پڑھیں جس کی وجہ سے کامیاب ہو جائیں۔ خشوع دل کے سکون کا نام ہے لیکن دل ساکن نہیں ہوتا۔ دل کی دو حرکتیں ہیں ایک ظاہری ہے اور ایک اس کی باطنی حرکت ہے۔ ظاہری حرکت بھی اس کی ختم نہیں ہوگی مرنے سے پہلے پہلے۔ وہ پھڑکتا رہیگا اور جب موت آ جائے گی تو اس کے بعد وہ ظاہری حرکت ختم ہو جائے گی۔ اور اسی طرح سے ایک دل کی باطنی حرکت ہے وہ بھی مرنے سے پہلے پہلے ختم نہیں ہوتی۔ آپ یہاں بیٹھے ہیں اور دل سوچ رہا ہے یہ کام کیسے ہوگا وہ کام کیسے ہوگا۔ اور سوچتے سوچتے دل بڑی دور تک چلا گیا۔ دل نے سوچنا شروع کر دیا۔ پروگرام بنانے شروع کر دئے اس کے ساتھ میری دشمنی ہے کیسے نباہ ہو؟ کیسے دفاع کروں؟ کون سا اسلحہ استعمال کروں؟ اسی طرح سے دکان سامنے آ گئی تو دکانداری کو کیسے کامیاب کیا جائے؟ کوئی رشتہ دار سامنے آ گیا تو اس کے ساتھ جو تنازع ہے۔ اس کو حل کرنے کی سوچ رہے ہیں؟ بہرحال دل کوئی نیکی یا بدی ضرور سوچے گا۔ آپ لیٹے ہیں تو یہ سوچ رہا ہے۔ آپ کھڑے ہیں تو یہ سوچ رہا ہے، آپ بیٹھے ہیں تو یہ سوچ رہا ہے۔ تو جیسے دل کی ظاہری حرکت کو آپ بند نہیں کر سکتے کہ اگر بند کریں گے تو اسی کا نام موت ہے۔ اسی

طرح باطنی حرکت کو آپ بند نہیں کر سکتے کہ سوچنے کا مادہ اللہ پاک نے اس میں ڈال دیا ہے جب تک زندہ ہے تو سوچے گا۔ لیکن اس کے سامنے جو غلط راستے ہیں پھاٹک ہیں وہ بند کر دیں ایک طرف اس کو لگا دیں۔ دل کی خواہشات بے انتہا ہیں ایک خواہش پوری ہو گئی تو دوسری آ گئی تیسری آ گئی۔ انسان چھوٹا سا ہے لیکن اس کی خواہشات بے انتہا اور نہایت طویل ہیں۔ اس کو اطمینان نہیں حاصل ہو سکتا۔ چھوٹی چیز پر کبھی مطمئن نہیں ہو گا۔ اس کے لیے سارا جہان بھی چھوٹا ہے لیکن دل کی تمنائیں غیر متناہی ہیں اس لیے دل کو کبھی اطمینان نہیں حاصل ہوتا۔ قرآن کریم نے اس لیے فرمایا۔ اَلَا بِذِکۡرِ اللّٰہِ تَطۡمَئِنُّ الۡقُلُوۡبُ۔ اللہ کے ذکر کے ساتھ دل کو اطمینان حاصل ہوتا ہے۔

معلوم ہوا کہ اس دل کی تمنائیں بھی بڑی وسیع، غیر متناہی، غیر محدود ہیں اس لیے اس غیر محدود کو غیر محدود کی طرف لگاؤ تاکہ اس کو اطمینان حاصل ہو جائے۔ اللہ تعالےٰ بھی غیر محدود، غیر متناہی ہے اور اس دل کی تمنائیں اور امنگیں بھی بڑی غیر محدود اور غیر متناہی اور بے انتہا ہیں۔ تو ایسی ذات کے ساتھ اس کا تعلق ہو جائے کہ جو خود غیر متناہی اور بے انتہا ہے اور اس کی عطائیں اور نوازشیں بھی بے انتہا۔ اس کا کرم بھی بے انتہا ہے کہ جب دینے پر آتا ہے تو کوئی حد نہیں۔ بے انتہا اس کی جود اور بے انتہا اس کی بخشش۔

اگر آپ کو ایک چھوٹی سی وزارت مل گئی تو کبھی اطمینان نہیں ہو سکتا۔ اس سے بڑی وزارت کے لیے کوشش کریں گے وہ مل گئی تو وزارت عظمیٰ کے لیے سعی کریں گے وہ اگر مل گئی تو آپ کو پھر بھی اطمینان نہیں ہو گا۔ آپ ایک دوسرا ملک فتح کرنے کی کوشش کریں گے۔ اگر دوسرا ملک بھی فتح کر لیا پھر بھی چین اور سکون حاصل نہیں ہو گا۔ مسولینی کی طرح پوری دنیا کو فتح کرنے کی سوچیں گے لیکن پھر بھی اطمینان و سکون کی دولت میسر نہیں آئے گی۔ کیونکہ یہ ساری دنیا متناہی ہے۔ لہٰذا اس کو خدا کے ساتھ لگاؤ کہ خدا آپ بھی بے انتہا اور اس کی عطائیں بھی بے انتہا کہ جب دیتا ہے اس کی کریمی اور فضل کی کوئی حد نہیں

ہوتی۔ لہٰذا اگر سکون حاصل ہو گا خشوع اور خضوع حاصل ہو گا۔ تو صرف خدا کے ساتھ لگاؤ سے ہو گا تو معنیٰ یہ بن گیا قَدۡ اَفۡلَحَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ الَّذِیۡنَ ہُمۡ فِیۡ صَلَاتِہِمۡ خَاشِعُوۡنَ۔ کہ بے شک کامیاب ہو گئے وہ مومن جو اپنی نماز میں خشوع اختیار کرتے ہیں یعنی اپنے دل کو خدا کے ساتھ لگاتے ہیں۔ پھر اس کو خشوع حاصل ہو جاتا ہے۔ سکون اور اطمینان حاصل ہو جاتا ہے جو اپنے دل کے خشوع کے ساتھ نماز کو پڑھتے ہیں تو دل کا اطمینان خدا کے ساتھ لگاؤ سے ہو گا لیکن خدا کے ساتھ لگاؤ کیسے پیدا ہو، دل کیسے لگے؟ ہم فرشتے تو ہیں نہیں۔ اس دنیا میں کھانا بھی ہے کھانے کی طرف دھیان ہو گا، پہننا بھی ہے، پہننے کی طرف بھی دھیان ہو گا۔ اس دنیا میں اگر سارے لوگوں کا خدا کے ساتھ صرف دھیان ہوتا تو جبریل امینؑ کے بعد ہمارے پیدا کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ جہاں کھیتی باڑی حضرت انسان نے کرنی ہے۔ دکانداری بھی حضرت انسان نے کرنی ہے اور یہ کارخانے بھی حضرتِ انسان نے چلانے ہیں۔ وزارتیں اور صدارتیں بھی اس حضرت انسان نے انجام دینی ہیں۔ یہاں لڑنا اور جھگڑنا بھی ہے اور پھر اس کے مقدمات کا فیصلہ بھی حضرت انسان نے کرنا ہے۔ تو پھر اس کو خدا کے ساتھ کیسے لگایا جائے جس کے پیچھے اتنی بڑی حاجتیں ہیں۔ ایک دل ہے اور ہزاروں اس کی ضرورتیں ہیں۔

خدا کے ساتھ لگنے کا یہ معنیٰ نہیں کہ آپ فرشتے بن جائیں۔ بس۔ کھانا چھوڑ دیں، پینا چھوڑ دیں، جو کام بھی کریں، خدا کے کہنے پر کریں۔ جو طریقہ اس کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا اس کے مطابق کریں۔ اس طریق سے آپ جو کام کریں گے تو ہر کام میں خدا ہے اور ہر کام میں دنیا بھی ہے۔ اگر خدا کی مرضی کے مطابق اس کائنات کو چلائیں گے تو انسانیت کی معراج پر فائز ہو جائیں گے اور اگر اس کائنات کو اپنی مرضی کے مطابق چلائیں گے تو انسان نہیں آپ کی حیثیت درندہ کی ہو گی۔ آخر درندہ بھی تو اپنی خواہشات کو پورا کرتا ہے، جانور بھی اپنی خواہشات کو پورا کرتے ہیں۔ عیسائی اور یہودی بھی اپنی حاجات کو پورا کرتے ہیں اور ہم سے

زیادہ وہ ان ضروریات میں مصروف ہیں۔ اب سوچنا یہ ہے کہ ہم بھی وہی کام کرتے ہیں اور دوسری قومیں بھی۔ لیکن ہم میں اور دوسری قوموں میں یہ فرق ہے کہ ہم خدا کے حکم کے مطابق کھیتی باڑی کا کام کریں گے۔ دکان ایسی کریں کہ جیسے اس نے فرمایا اور یہ چیز کہاں سے حاصل ہوگی۔؟ مواعظ سے نہیں حاصل ہوگی، درسوں سے نہیں حاصل ہوگی، جب تک کسی اللہ والے کے قدموں میں انسان نہ بیٹھے اس وقت تک خدا کے ساتھ دل لگتا نہیں۔ زبان کے ساتھ تو میں بھی کہہ دیتا ہوں کہ دل خدا کے ساتھ لگ گیا۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ لگا نہیں۔ آنکھیں خدا کی ہو جائیں، کان خدا کے ہو جائیں، ہاتھ خدا کے ہو جائیں۔ پاؤں خدا کے ہو جائیں۔ زبان سے تو میں بھی اقرار کرتا ہوں کہ خدا وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے۔ اس کے ساتھ میں کسی کو شریک نہیں کرتا۔ لیکن آنکھوں سے میں کتنے لوگوں کو اس کا شریک کر دیتا ہوں۔ کبھی اُس کی مرضی کے مطابق کبھی اس کی مرضی کے مطابق۔ کبھی اپنی مرضی کے مطابق چلاتا ہوں کبھی کسی کی مرضی کے مطابق، کبھی بیوی اور بچوں کی مرضی کے مطابق چلاتا ہوں۔ بیوی نے کہا ٹیلیویژن لانا ہے، سنتا ہے، لے آیا۔ ٹیلیویژن لگ گیا۔ تو باوجود خدا وحدہ لاشریک کو مانتے ہوئے اس توحید پر ہم پورے کیوں نہیں اُترتے۔ کہ کسی اللہ والے کے پاس بیٹھے نہیں۔ جو اللہ والے ہوتے ہیں وہ خدا کو مقدم اور دوسری چیزوں کو مؤخر رکھتے ہیں۔ جہاں خدا کا حکم آ گیا ڈٹ جاتے ہیں۔ بیوی چھوڑتی ہو تو پرواہ نہیں کرتے، بال بچے چھوڑنے ہوں پرواہ نہیں کرتے، پوری حکومت ایک طرف ہو تو پرواہ نہیں کرتے۔ ساری چیزوں کا مقابلہ کرتے ہیں خدا کا ساتھ نہیں چھوڑتے۔ یہ ہے دل کا خدا کے ساتھ لگاؤ اور تعلق۔

الحمد للہ، اللہ پاک کا فضل ہے۔ جس جگہ ہم بیٹھے ہیں یہاں زمانے نے شاید اس قسم کے ولی اللہ دیکھے ہوں گے۔ پرانے زمانے میں کہیں ایسے ولی اللہ گزرے ہوں گے۔ کتابوں میں ہم پڑھتے ہیں لیکن آنکھوں کے ساتھ دو چار یا چند ہستیاں ہم نے دیکھی ہیں۔ ان میں سے ایک یہ شخصیت ہے جو یہاں بیٹھا کرتی ہے۔ دنیا کی طرف ان کی کوئی توجہ ہو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کہ دنیا بھی ان کے ذہن کے کسی گوشے میں ہے

جو کچھ ہے چوبیس گھنٹے میں دین ہی دین ہے۔ ایسی بڑی شخصیت حضرت لاہوریؒ جن کو اپنا جانشین بنائیے۔

جانشین چننے کے سلسلے میں ایک بات ذہن نشین کر لیں کہ اِنْ اَوْلِیَاؤُہٗ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ۔ اللہ کا ولی وہ ہوتا ہے جو متقی ہو، اللہ سے ڈرنے والا ہو۔ ہر معاملہ میں خدا سے خوف کھانے والا ہو۔ اب اگر جانشینی کا مسئلہ آ گیا تو اس سلسلہ میں حضرت لاہوریؒ موجودہ حضرت دامت برکاتہم کو اپنا بیٹا ہونے کی حیثیت سے جانشین بنا کر گئے ہیں۔ پھر تو ان کی ولایت مسلّمہ نہیں رہتی کہ جب ہماری رہنمائی کے قابل نہیں تھے تو کیوں ہمارے سروں پر مسلّط کر کے چلے گئے ہیں۔ حاشا وکلا حضرت شیخ التفسیر لاہوریؒ کے بارے میں ہم یہ تصور بھی نہیں کر سکتے کہ اپنا بیٹا سمجھ کر اپنا جانشین مقرر کر گئے ہوں۔ اور میں تو یہاں تک کہتا ہوں حضرت لاہوریؒ تو خدا کی قسم میرے جیسے لوگ سامنے آئیں تو ان کے اعمال کو تول لیتے تھے۔ لوگوں کے مکان چھوڑیئے ایمان تولا کرتے تھے۔ فلاں شخص کے کس درجہ کے عمل ہیں۔ باطنی آنکھوں کے ساتھ دیکھ لیا کرتے تھے۔ اور ہمیں تو اپنا چہرہ نظر آتا ہے۔ جب اتنا بڑا ولی اللہ اس جہان سے رخصت ہونے لگے اور قوم کی رہنمائی کے لیے اپنا جانشین چنے۔ تو پھر اس نے یقیناً تول کر ہی رہنمائی کے لیے جانشین چنا ہوگا۔ وزن کر کے دیا ہوگا۔

تو حضرت لاہوریؒ کی آنکھوں نے جب دیکھ لیا کہ یہ رہنمائی کے قابل ہیں تو اب دنیا کی شہادت کی ہمیں ضرورت نہیں۔ دنیا تو اندھی ہے کسی کو اطمینان ہو یا نہ ہو اگر حضرت لاہوریؒ کو اطمینان ہے کہ یہ دنیا کی راہنمائی کر سکے گا تو کسی کے اطمینان کی کیا ضرورت ہے۔ حضرت لاہوریؒ کی وفات کے بعد لوگوں نے تجربہ کیا۔ میرے ایک دوست ہیں ان کے بہنوئی لاہور میں ہیں اور عقیدۃً ان کے بہنوئی بریلوی تھے۔ اور وہ دوست حضرت لاہوریؒ سے بیعت تھے۔ مجلس ذکر میں آتے تو پہلے اپنی ہمشیرہ کے ہاں چلے جاتے۔ اور ان کو مل کر آتے تو کہتے میں شیرانوالہ مجلس ذکر میں جا رہا ہوں۔ تو وہ بہنوئی اس سے کہتا کہ ایک بات اس میں بڑی ہے کہ "وہابی" ہے ورنہ وہ اچھا آدمی ہے۔ حضرتؒ کی وفات سے کچھ عرصہ پہلے اس نے

اپنے بہنوئی سے کہا۔ کہ ہر دفعہ تُو یہ بات کرتا رہتا ہے آؤ آج وہاں چلو۔ میں تجھے مجبور نہیں کرتا کہ میرے پیر کے پیچھے نماز پڑھنا بے شک علیحدہ پڑھنا اور اگر تجھے کسی نے چھیڑا تو میں ذمہ دار ہوں۔ پھر وہاں ذکر ہوگا تم ذکر میں نہ بیٹھنا بالکل کنارے ہو بیٹھنا۔ اس بہانے سے وہ لایا۔ آن حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر نظر پڑی۔ تو حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی نظر، سبحان اللہ! اب اس نے نماز پڑھی نماز پڑھنے کے بعد مجلس ذکر میں بیٹھ گیا۔ مجلس ذکر سے فارغ ہونے سے پہلے ہی اس نے کہہ دیا۔ بھائی! مجھے بیعت کرا دو۔ اب وہ بیعت ہو گیا۔ چوتھے سبق پر تھا کہ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ہو گئی۔ میرے دوست کہتے ہیں جتنا رونا میں نے اس کا دیکھا ہے اتنا کوئی بیٹا کوئی بیٹی اپنے ماں اور باپ کے لیے نہیں روتا۔ کہ زندگی گزار دی گدیوں پہ پھر کر مگر خدا کا کوئی بندہ نہ ملا۔ اور جب ملا تو میں راستہ ہی میں رہ گیا ادھورا ہی رہ گیا۔ اب میں مکمل نہیں اتنا چیخ چیخ کر روتے تو ایک دن میں نے کہا کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر تجھے اطمینان اور تسلی ہے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کامل آدمی تھے۔ کہنے لگا۔ ہاں۔ تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جو اپنے جانشین مقرر کئے ہیں۔ وہ موجود ہیں۔ اگر تجھ کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر اعتماد ہے تو جاؤ اُن کے جانشین کو پرکھو۔ وہ آیا اور آ کر کہنے لگا حضرت حافظ حمید اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو کہ میں نے سبق سنانا ہے۔ تو حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ "بھائی جان (یعنی موجودہ حضرت مدظلہٗ) سے ملو۔ اب حضرت مدظلہٗ کے سامنے آیا اور حضرت کے سامنے آ کر بیٹھ گیا کہ میں نے سبق سنانا ہے۔ سر تو نیچے کر لیا لیکن دل میں ذکر نہ کیا۔ دیدہ دانستہ یہ کیا کہ اس شخص کو پتہ چل سکے گا کہ ذکر پختہ ہے یا نہیں۔ اس لیے کہ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کو تو وہ سناتا تھا۔ تو موجودہ حضرت مدظلہٗ نے فرمایا کہ دیکھو بھائی! تم قاری صاحب کو اگر سپارہ سناؤ خود ایک لفظ تم نہ پڑھو تو وہ تمہاری غلطی کیسے نکالے گا۔ کہ یہ لفظ ٹھیک ہے یا غلط۔ تُو نے تو ذکر کیا نہیں۔ میں کیسے بتا سکتا ہوں کہ تیرا ذکر پختہ ہے۔ اس شخص کو فوراً تسلی ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ رحمت کرے میرے پیر پہ کہ واقعی جانشین چھوڑ گیا۔

تو معلوم ہوا کہ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا جانشین ایسا چھوڑا کہ یہ بھی پرکھ سکتا ہے اور پھر میں کیا کہوں۔ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے کیسے لوگ چھوڑے ہیں۔ حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ ساہیوال والے، حضرت مولانا بشیر احمد پسروری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت دین پوری مدظلہٗ۔ اللہ تعالیٰ دیر تک ہمارے سروں پر ان کو سلامت رکھے۔ آمین!

یہ لوگ کیسے ہیں؟ اللہ پاک ہی ان کے مقام کو بہتر جانتا ہے اور حضرت دین پوری مدظلہٗ جیسے محتاط شخص، اتنے محتاط کہ جنہوں نے ساری زندگی وضو کرتے وقت اپنے سامنے اس وجہ سے کپڑا رکھا ہو کہ مستعمل پانی گرنے سے اس کے چھینٹے اوپر نہ پڑیں۔ اتنے محتاط حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں سے لوگ ہیں۔ کوئی ہے اتنا محتاط۔ پھر جو اپنی ساری زندگی اتنی احتیاط کے ساتھ گزار دے، بڑے حضرت دین پوری کا بیٹا بھی ہو، ان کا فیضان بھی ان کو حاصل ہو اور پھر خلافت حضرت لاہوری دیں۔ لیکن ہمارے موجودہ حضرت مدظلہٗ کے وہ اتنے معتقد ہوں، کہ اب بھی اگر حضرت مدظلہٗ ان کو ملنے چلے جائیں یا اپنا رقعہ کسی آدمی کو دے کر بھیجیں کہ حضرت! یہ آپ کی جماعت کا آدمی ہے اس کی طرف توجہ کریں۔ تو حضرت دین پوری مدظلہٗ وہ رقعہ تبرک سمجھ کر اپنی پگڑی میں رکھیں گے کہ مولانا عبیداللہ انور مدظلہ کا ہے۔ اور مجھے حضرت مدظلہٗ کے ساتھ حضرت دین پوری کی ملاقات کے لیے دین پور شریف جانے کا اتفاق ہوا تو میں نے دیکھا کہ حضرت اٹھ نہیں سکتے، ہل نہیں سکتے تھے۔ لیکن جب دروازہ سے حضرت مدظلہٗ داخل ہوئے تو بے ساختہ اٹھ پڑے اور کہنے لگے کہ "حضرت! آپ کے آنے سے دل کو اتنا اطمینان ہوتا ہے کہ زندگی آ جاتی ہے"۔ اور حضرت جب رخصت ہونے لگے تو حضرت دین پوری مدظلہٗ نے فرمایا۔ "حضرت! میری بات کو یاد رکھنا کہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے پیر سے کہا تھا کہ حضرت! مرتے وقت میرے قلب کی طرف توجہ کرنا کہیں شیطان اس پر قبضہ نہ کر لے، ایمان غصب نہ کر لے۔ تو حضرت! آپ بھی میری طرف توجہ کرنا کہ بیمار ہوں، موت نا معلوم کس وقت آ جائے۔ اس لیے میرے قلب پہ توجہ رکھنا۔"

آپ کو کہیں شیطان دھوکہ میں نہ ڈالے کہ معمولی شخصیت ہے۔ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے بہت بڑی کرم نوازی فرمائی۔

(باقی صفحہ ۱۶ پر)



ہماری تمام مشکلات کا حل

صرف اور صرف اسلام میں ہے!

ضبط و ترتیب
ـــ (ادارہ) ـــ

حضرت محقق العصر مولانا محمد سرفراز خاں صاحب صفدر، قاضی عدالتِ شرعیہ پاکستان

امّا بعد: فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم:
بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم:ـــ
وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا اِلَی اللّٰہِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ۔ صدق اللہ العلی العظیم۔

دنیا میں جتنی مخلوق آج موجود ہے یا آج سے پہلے دنیا میں رہ چکی ہے یا آئندہ قیامت تک آتی رہے گی۔ اس ساری مخلوق میں اللہ تبارک و تعالٰے کے نزدیک انسان کا درجہ بہت اونچا ہے۔ دوسری مخلوق بھی اللہ تعالٰے ہی نے پیدا کی ہے کیونکہ خالق وہی ہے لیکن انسان کو جو خوبی، جو درجہ، جو شان، جو کمال عطا فرمایا وہ اور کسی کو نہیں دیا۔ اللہ تبارک و تعالٰے کا ارشاد ہے۔ وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ، ہم نے بنی آدم کو فضیلت دی۔ علم کے لحاظ سے، عقل کے لحاظ سے، اپنی نیک فطرت اور نیک استعداد کے لحاظ سے، جو مقام اس کا ہے۔ اللہ تعالٰے کی ساری مخلوق میں اور کسی کا نہیں۔ بے شک فرشتے نوری مخلوق ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ سے مسلم شریف میں روایت آتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ خُلِقَتِ الْمَلَآئِکَۃُ مِنْ نُّوْرٍ۔ فرشتے نور سے پیدا ہوئے۔ لیکن نور سے وہ سمجھنا جو اللہ تعالٰے کی صفت ہے۔ اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ اللہ تعالٰے کا نور ازلی، قدیم اور اس کی صفت ہے۔ اس نور میں سے کوئی چیز نہیں پیدا ہوتی۔ کیونکہ خالق کے نور کی کوئی جز نہیں نہ اور کسی صفت میں کوئی جز ہو سکتی ہے۔ جس نور سے فرشتے پیدا ہوئے وہ نور مخلوق ہے جیسے آگ مخلوق ہے، پانی مخلوق ہے، مٹی مخلوق ہے، ہوا مخلوق ہے" اسی طرح کا ایک نور مخلوق ہے جس سے رب تعالٰے نے فرشتوں کو پیدا کیا ہے فرشتے نوری مخلوق ہیں لیکن ایسی کہ لَا یَعْصُوْنَ اللّٰہَ مَآ اَمَرَھُمْ۔ ایک لمحہ کے لیے رب تعالٰے کی نافرمانی نہیں کرتے۔ نہ وہ سوتے ہیں، نہ کھاتے ہیں، نہ پیتے ہیں۔ ہر وقت اللہ تعالٰے کی بندگی، اس کی اطاعت اور فرمانبرداری میں مصروف رہتے ہیں۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ ساتوں آسمانوں پہ کوئی جگہ ایسی نہیں جہاں کوئی نہ کوئی فرشتہ اللہ تعالٰی کی حمد و ثنا میں مصروف نہ ہو۔ اور کعبۃ اللہ کے عین محاذات میں ساتویں آسمان پر ایک مقام ہے۔ جس کا نام ہے بیت معمور۔ اس بیت معمور پر روزانہ ستّر ہزار فرشتے طواف کرتے ہیں۔ جب سے دنیا پیدا ہوئی اس وقت سے۔ اور بخاری شریف کی حدیث ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جن ستّر ہزار فرشتوں نے پہلے دن طواف کیا، اُن کو پھر قیامت تک دوبارہ طواف کرنے کا موقع نہیں مل سکے گا۔

کتنی بے شمار مخلوق ہے فرشتے رب تعالٰی کی۔ کوئی انسانوں کی حفاظت کے لیے مقرر ہے، کوئی اعمال لکھنے کے لیے ہے، کوئی رب تعالٰے کی رحمتیں لانے کے لیے ہے۔ کوئی مجرموں پر اللہ تعالٰے کی طرف سے لعنت اور غضب لے کر آتے ہیں۔ بہرحال جو کام ان کے سپرد ہے کرتے ہیں۔ باوجود معصوم ہونے کے مجموعی حیثیت سے فرشتے انسان سے افضل نہیں ہیں۔ کیوں؟ اس واسطے کہ انسانوں کے

مجموعے میں اللہ تعالٰے نے پیغمبر بھیجے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر امام الانبیاء خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی تک، ایک لاکھ چوبیس ہزار یا کم و بیش جتنے رب تعالٰے نے بھیجے ہمارا سب پر ایمان ہے۔ ان کے وجود کی وجہ سے مجموعی حیثیت سے انسان کا درجہ فرشتوں سے بڑھا ہوا ہے افراد کی بات نہیں کہ ہم کہیں ہم فرشتوں سے اعلیٰ بلکہ مجموعی حیثیت کے ساتھ انسان کا درجہ فرشتوں سے بڑھ کر ہے۔ باوجود اس کے کہ اپنی نوع کے لحاظ سے انسان معصوم نہیں ہے۔ معصوم صرف خدا کے پیغمبر ہیں علیٰ جمیعھم وعلیٰ نبینا الصلوٰۃ والسلام۔ لیکن ان کے وجود کی برکت سے اس ساری نوع کو فرشتوں پر بھی برتری حاصل ہے۔ اور باقی مخلوق کا کیا کہنا۔ جن بھی مکلف ہیں ناری مخلوق ہے۔ لیکن اس میں استعداد نیکی کی، خیر کی انسان کی نسبت کمزور ہے۔ یہ اشرف المخلوقات ہے۔ اللہ تعالٰی نے اس کو کَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ۔ فضیلت عطا فرمائی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جنات میں ایک بھی پیغمبر نہیں آیا۔ جمہور اہل حق کا یہی مسلک ہے۔ وہ جنات انسانوں کے تابع رہے۔ کیونکہ نبوت کا درجہ، رسالت کا مقام بہت اونچا ہے اور اس اونچے عہدے کے لیے استعداد بھی چاہیے۔ جنات میں استعداد نہیں کہ ان کو رسالت اور نبوت دی جائے۔ نبوت کی استعداد صرف اس نوع میں پائی جاتی تھی جو اللہ تبارک وتعالٰی نے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی تک دی۔ اور یہ بھی یاد رکھنا نبوت کسبی نہیں۔ اللہ تعالٰے کا فیض ہے جس کو چاہے دے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ آپ کے بعد بھی نبی آتے رہے لیکن اس مد میں جس کے بارے میں فرمایا ثَلَاثُوْنَ دَجَّالُوْنَ كَذَّابُوْنَ كُلُّهُمْ يَزْعَمُ اَنَّهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ۔ اَلَا وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ۔ سچے پیغمبر نہیں، سچے نبی نہیں، اللہ تعالٰے کی طرف سے فرستادہ نہیں بلکہ شیطان کے نفسِ امّارہ کے باطل قوتوں کے نمائندے ہیں۔ انسان کا درجہ اللہ تعالٰی کی ساری مخلوق سے بڑھ کر ہے۔ کیوں؟ اس لیے کہ اللہ تعالٰے نے ان میں پیغمبر بھیجے ہیں۔ ان کی وجہ سے ان کے سبب سے اللہ تعالٰے نے اس نوع کو بہت اونچا مقام دیا۔ سارے پیغمبر برحق ہمارا سب پر ایمان ہے لیکن یہ بھی ہمارے ایمان میں شامل ہے کہ ہم انبیاء کرام علیہم السلام کے درجات میں تفاوت مانیں۔

قرآن پاک کا تیسرا پارہ یہاں سے شروع ہوتا ہے۔ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ۔ یہ پیغمبروں کا گروہ ہے، پیغمبروں کا طائفہ ہے، پیغمبروں کی جماعت ہے۔ علیٰ جمیعھم الصلوٰۃ والسلام۔ ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی۔ اب قرآن کا حکم ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ اس کو مانیں۔ اور رب تعالٰے فرماتے ہیں۔ وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيّٖنَ عَلٰى بَعْضٍ وَّاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا۔ ہم نے بعض پیغمبروں کو بعض پر فضیلت دی۔

تو جیسے نبوت ماننی ضروری ہے یہ ماننا بھی ضروری ہے کہ ان کے آپس میں درجات متفاوت ہیں۔ پانچ اولوالعزم پیغمبر ہیں۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام، حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام، حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام پھر ان میں بھی علی الاطلاق جو درجہ آپؐ کا ہے، جو شان آپؐ کی ہے اور کسی کی نہیں۔

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ تعالٰے امام ابن عقیل رحمہ اللہ تعالٰی کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں البدائع الفوائد میں۔ فرماتے ہیں کسی نے سوال کیا کہ کعبہ کا درجہ بڑھ کر ہے یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس کا۔ فرمانے لگے یہ بات تفصیل طلب ہے۔ اگر تو تمہاری مراد یہ ہے کہ روضۂ اقدس میں جو ذاتِ گرامی مدفون ہے۔ آپؐ کی ذات سے نگاہ ہٹا کر آپ کی ذات کو الگ تصور کر کے پھر اس جگہ کا تقابل کیا جائے کعبۃ اللہ سے تو پھر کعبۃ اللہ افضل ہے اور اگر آپؐ کی ذاتِ گرامی کو ملحوظ رکھ کر اور اس جگہ میں مان کر تقابل کیا جائے تو فرماتے ہیں۔ کعبۃ اللہ تو کیا، عرش کیا، کرسی کیا، لوح و قلم کیا حتیٰ کہ کونین دونوں جہانوں کے ساتھ اگر تولا جائے تو اس ذاتِ گرامی کا درجہ زیادہ ہے۔ پھر ذاتِ گرامی کے مقابلے کی کوئی شے نہیں۔ کیوں؟ اس لیے کہ تمام کائنات میں اور تمام مخلوق میں سب سے بڑھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رتبہ ہے۔ خالق کے مساوی نہیں۔ خالق

خالق ہے، مخلوق مخلوق ہے۔ خالق کے ساتھ گڈ مڈ کرنا، یہ بے دینی ہے۔ الحاد ہے، زندقہ ہے، کفر ہے۔ ع

گر فرقِ مراتب نہ کنی زندیقی

خالق خالق ہے، مخلوق مخلوق ہے لیکن مخلوق کا جب تناسب ہوگا، مخلوق کی جب نسبت ہوگی آپ کی طرف۔ تو نہ کعبہ اس درجہ کا، نہ کوئی پیغمبر اس درجہ کا، نہ کوئی فرشتہ اس درجہ کا، نہ عرشِ الٰہی اس درجہ کا، نہ جنّت اس درجہ کی نہ اور کوئی مقام اس درجہ کا۔ کیونکہ مخلوق میں سب سے اعلیٰ، سب سے ارفع، سب سے بلند مقام صرف آپ کا ہے۔ ظاہر بات ہے کہ جب آپؐ کا درجہ سب سے اونچا ہے، شان سب سے بلند ہے تو یقیناً وہ کتاب بھی سب سے اعلیٰ و ارفع ہوگی جو آپؐ پر نازل ہوئی۔ یہ تو نہیں ہو سکتا معاذ اللہ کہ درجہ تو آپؐ کا بلند ہو اور کتاب جو ملی ہو وہ دوسری کتابوں سے درجہ میں کم ہو۔ جب آپؐ کا درجہ اونچا ہے، شان اونچی ہے تو اسی شان کے لحاظ سے، اُسی درجہ کے لحاظ سے جو کتاب ملی ہے اس کا مقام بھی اونچا ہے۔ اور جس زبان میں نازل ہوئی اس زبان کا مقام بھی اونچا ہے۔

ایک موقع پر کسی عجمی نے جو سوڈانی تھا یا حبشہ کا تھا اس نے کسی عربی کے ساتھ کچھ تیزی سی کی۔ اس نے کچھ باتیں تیز کر دیں۔ انسان تھا، بشری تقاضے تھے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو فرمایا۔ لَاتَسُبَّ الْعَرَبَ۔ عرب کو بُرا مت کہو۔ لِاَنِّیْ عَرَبِیٌّ۔ اس لیے کہ میں عربی ہوں اور قرآن پاک عربی ہے۔ وَلِسَانُ اَھْلِ الْجَنَّۃِ عَرَبِیٌّ اور جنّتیوں کی زبان عربی ہے۔ اگر تم عربیوں کو بُرا کہتے ہو تو بے شک تمہارا مقصد اور ارادہ تو اُن کو بُرا کہنا ہے۔ لیکن ضمنی طور پر معاذ اللہ تعالیٰ اس برائی کی نسبت میری طرف بھی تو ہوگی اور اگر تم محض عربی کو بُرا کہتے ہو تو (تم) نے معاذ اللہ تعالیٰ اللہ تعالےٰ کا کلام قرآن پاک ہی جو عربی المبین ہے اس کی طرف بھی نسبت کی ہے۔ اور جو جنّت اللہ تعالیٰ کی رضا کا مقام ہے اور جس مقام سے بڑا اعلیٰ مقام اور کوئی نہیں۔ اس مقام والوں کی زبان بھی عربی ہے۔ اس لیے فرمایا کہ تم اس کو بُرا نہ کہو۔ جو کتاب ملی وہ بھی اعلیٰ جو شریعت ملی وہ بھی سب سے اعلیٰ، سہل بھی ہے اور اعلیٰ بھی۔ اس لحاظ سے نبی کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مجھے بھیجا گیا ہے ایسا دین دے کر، ایسی ملّت دے کر، ایسی شریعت دے کر جو آسان بھی ہے، نرم بھی ہے، سہل بھی ہے۔ اب ہم نے چونکہ دوسری طرف کی چیزیں دیکھی نہیں۔ اس لیے ہمیں بات سمجھ نہیں آتی۔

بخاری شریف میں روایت آتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالےٰ نے میرے لیے ساری زمین مسجد بنا دی بجز چند مقامات کے جو مستثنیٰ ہیں۔ قصاب خانہ، غسل خانہ، راستہ وغیرہ ان جگہوں کے علاوہ ساری مسجد ہے۔ پہلے لوگوں کے لیے بغیر مسجد کے نماز پڑھنے کی اجازت نہ تھی۔

اندازہ فرمائیں۔ سفر میں ہو، مسجد سے دور ہو، وقت نماز کا آجائے تو مسجد میں کہاں سے پہنچے؟ کتنی شدت ہے۔ فرمایا اللہ تعالےٰ نے میرے لیے اور میری امّت کے لیے یہ سہولت دی اَیْنَمَا اَدْرَکَتَ الصَّلٰوۃَ فَصَلِّ۔ جہاں نماز کا وقت ہو جائے وہاں پڑھو۔ تیمّم کی اجازت نہ تھی ان کو۔ نہ غسل کے بدلے میں، نہ وضو کے سلسلے میں۔ حکم تھا کہ پانی ملتا ہے یا نہیں ملتا۔ ٹھنڈا ہے یا گرم ہے۔ بیمار ہو یا تندرست ہو، بہر صورت وضو کرنا پڑے گا۔ غسل کرنا پڑے گا۔ لیکن فرمایا جُعِلَتْ لِیَ الْاَرْضُ طَھُوْرًا۔ اللہ پاک نے میرے لیے زمین بھی پاک کر دی کہ جب پانی نہ مل سکے، پانی کے استعمال پر قدرت نہ ہو تو تیمّم کر دو۔ فَتَیَمَّمُوْا صَعِیْدًا طَیِّبًا۔

اب اندازہ فرمائیں کہ آدمی بیمار ہو یا پانی ٹھنڈا ہو اور موسم سرد ہو۔ حکم ہو کہ تو نے بہر صورت غسل کرنا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ کفن پہلے تیار کر کے رکھ پھر غسل کر۔ لیکن آپؐ کی وجہ سے، آپؐ کی برکت سے، آپ کے طفیل سے یہ سب سہولتیں نصیب ہوئیں۔

بخاری شریف میں روایت آتی ہے بعض شراح حدیث نے یوں لکھا ہے کہ اگر بدن کے کسی حصّے پر غلاظت لگ گئی تو بدن کاٹنا پڑتا تھا۔ لیکن جمہور کہتے ہیں کہ مثلاً کمبل ہے، کوٹ ہے۔ اب اوپر بچہ پیشاب کر گیا، کہیں چوٹ آگئی، خون لگ گیا۔ پلید تو ہو گیا تو اس کو کاٹے بغیر پاک نہیں ہوتا تھا۔ اندازہ فرمائیں گرم کپڑا ہو، قیمتی ہو، اور اس پر کہیں غلاظت کے چھینٹے پڑ گئے ہوں تو بغیر کاٹے

پاک نہ ہوں لیکن آپؐ کی برکت سے یہ شدّت ہم پر نہیں، تو آپؐ کا درجہ اونچا ہے سب میں، آپ کو جو کتاب عطا ہوئی سب سے اونچی۔ جو دین ملا سب سے بلند، جو شریعت ملی سب سے اعلیٰ۔ جو قانون ملا وہ سب سے افضل مگر اس قانون پر کوئی چلنے والا بھی تو ہو۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ہم نے اس قانون کو چھوڑ دیا۔ جب سے ہم نے اس قانون کو چھوڑا اس وقت سے رب تعالےٰ کی رحمت نے ہمارا ساتھ چھوڑ دیا۔ اور وہ ایسا قانون ہے جس میں امیر اور غریب اعلیٰ اور ادنیٰ کا کوئی فرق نہیں۔

بخاری شریف میں روایت ہے قبیلہ بنو مخزوم کی ایک بی بی نے جس کا نام تھا فاطمہ مخزومیہؓ۔ سَرَقَتْ۔ چوری کی۔ چوری ثابت ہو گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کا ہاتھ کاٹا جائے اور مسئلہ یہ ہے۔ قرآن میں ہے۔ اَلسَّارِقُ وَالسَّارِقَۃُ فَاقْطَعُوْا اَیْدِیَھُمَا۔ چور مرد ہو یا عورت ہو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ چوری کی مقدار اتنی ہے کہ جس میں ہاتھ کاٹا جاتا ہے۔ لہٰذا ہاتھ کاٹا جائے۔ جب یہ حکم سنا۔ عورت بھی پریشان، اس کے اعزّہ و اقارب بھی پریشان کہ اب عورت کا ہاتھ کاٹا گیا تو بے چاری آٹا کیسے گوندھے گی، کپڑے کیسے دھوئے گی، گھر کا کام کیسے کرے گی، پھر خاوند اس کو کیسے رکھے گا۔ اس کی قدر و منزلت کسی کی نگاہ میں نہیں ہوگی۔ اب کیا ہوگا؟ کہنے لگے کہ ایسا کرو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سفارش کرو۔ کہ حضرت! آپ اس کا ہاتھ نہ کاٹیں اس پہ کوئی جرمانہ عائد کر دیں۔ مالی ہو یا کوڑے لگائے جائیں، دُرّے لگائے جائیں۔ جو بھی ہو ہاتھ نہ کاٹا جائے۔ کہنے لگے اس پر کون جرأت کرے گا آپؐ سے بات کرنے میں۔ تو کہنے لگے۔ اُسَامَۃُ ابْنُ زَیْدٍ حِبُّ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ، زید ابن حارثہ رضی اللہ عنہ۔ جن کو آپؐ نے اپنا متبنّیٰ، لے پالک بیٹا بنایا تھا۔ اور جن کو اپنی پھوپھی زاد بہن زینب بنت جحشؓ نکاح کر کے دی تھیں اور جن کی نباہ نہ ہونے کی صورت میں طلاق کی نوبت آئی۔ عدّت کے بعد آپؐ سے رب تعالےٰ نے نکاح کروایا زَوَّجْنٰکَھَا۔ اور یہ فخر حاصل ہے زیدؓ کو۔ سارے قرآن کریم میں صحابہ کرامؓ میں سے صرف حضرت زیدؓ کا نام آیا اور کسی کا نہیں۔ فَلَمَّا قَضٰی زَیْدٌ مِّنْھَا وَطَرًا۔ ان کے بیٹے ہیں حضرت اسامہؓ۔

ان دنوں میں حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ شام کے علاقے میں مُوتہ کے مقام پر شہید ہوئے تھے۔ اور ویسے بھی فطری طور پہ آپ کو حضرت اُسامہؓ سے لگاؤ تھا۔ تو کہنے لگے کہ اُسامہؓ کہہ سکے گا۔ اور تو کسی کی جرأت نہیں ہے۔ اس بی بی کے خاندان والوں نے نوجوان اسامہؓ کو آمادہ کیا۔ وہ کم عمر تھے ناتجربہ کار تھے۔ پختہ ذہن نہ تھا۔ انھوں نے کہا کہ یہ عقل مند آدمی تیرے پاس آئے ہیں بڑے ہیں، معمر ہیں۔ چلو آپؐ کے ساتھ ویسے بھی بے تکلفی کی باتیں میں کرتا ہوں، یہ بھی کہہ دوں گا۔

روایات میں آتا ہے۔ آپ اس وقت بیٹھے ہوئے تھے حضرت اسامہؓ تشریف لے گئے۔ پاؤں دبانے شروع کئے۔ آہستہ آہستہ باتیں شروع کیں کہ حضرتؐ! سنا ہے کسی نے چوری کی ہے؟ فرمایا۔ ہاں۔ تو حضرتؐ! کس نے چوری کی ہے؟ فرمایا۔ بنو مخزوم کی عورت ہے جس کا نام ہے فاطمہ۔ اس نے کی ہے۔ عرض کیا۔ حضرت! چوری ثابت ہو گئی؟ فرمایا۔ ہاں۔ تو اب حضرت! کیا ہوگا؟ فرمایا۔ اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔ کہنے لگے حضرت! ہاتھ اگر نہ کاٹیں، اس پہ کوئی جرمانہ لگا دیں، کوڑے لگا دیں۔ دُرّے لگا دیں۔ آپؐ اُٹھ کر بیٹھ گئے۔ فرمایا۔ اسامہؓ! تو نہیں بول رہا۔ تیرے اندر کوئی اور قوت بول رہی ہے۔ آپؐ سمجھ گئے سارا قصہ۔ کہ یہ مقدمات جو اس نے جوڑے ہیں۔ صغریٰ کبریٰ ملا کر کے جو نتیجہ نکالا ہے۔ تو بچہ ہے، تو عمر ہے، اس کو اتنی سمجھ کہاں۔ لہٰذا اس میں بولنے والی کوئی اور قوت ہے، اٹھ کر بیٹھ گئے۔ جلال میں آئے، طیش میں آئے۔ فرمایا۔ اے اسامہ! تجھے شرم نہیں آتی۔ اَتَشْفَعُ فِیْ حَدٍّ مِّنْ حُدُوْدِ اللّٰہِ۔ خدا کی حدوں کو ٹالنے کی سفارش کرتا ہے۔ وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ (صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم) بِیَدِہٖ لَوْ سَرَقَتْ فَاطِمَۃُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) لَقَطَعْتُ یَدَھَا۔ خدا کی قسم! اگر میری لختِ جگر بیٹی فاطمہؓ بھی چوری کرتی۔ اور چوری ثابت ہو جاتی۔ العیاذ باللہ۔ تو میں اس کا ہاتھ بھی کاٹے بغیر نہیں رہ سکتا۔ یہ خدا کا قانون ہے۔ اس کو کہتے ہیں مساوات۔ لوگوں نے مساوات یہ سمجھی ہے کہ مکان میں سب برابر ہو جائیں، زمین میں سب برابر ہو جائیں، کارخانوں میں سب برابر ہو جائیں۔ مربعوں میں سب برابر

ہو جائیں۔ یہ فطرت کے تقاضے کے خلاف ہے۔ کیوں؟ بڑی موٹی سی بات ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے کہ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ۔ اللہ تعالیٰ نے تم میں سے بعض کو بعض پر رزق میں فضیلت دی۔ اب اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ فَسَوّٰى كُلَّكُمْ فِي الرِّزْقِ۔ اور یہی وجہ ہے کہ زکوٰۃ بھی فرض ہے۔ اگر سبھی غریب ہوتے تو زکوٰۃ کس پر آتی۔ اور زکوٰۃ لینے والے بھی متعین فرما دیئے کہ یہ یہ مصارف ہیں۔ اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسٰكِيْنِ ۔ الآیۃ۔ اگر سارے برابر ہوں تو زکوٰۃ لے کون؟ پھر تو سب یکساں ہیں۔ سب ہی لینے والے۔ تو ایسا نہیں ہے، کوئی لینے والا ہوگا کوئی دینے والا ہوگا۔ اسی طرح قربانی ہر ایک پر نہیں ہے۔ اس پر ہے جو صاحب نصاب ہے۔ حج کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا لِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ بلکہ ساتھ مَنِ اسْتَطَاعَ بھی فرمایا یعنی حج اس پہ فرض ہے جو اس کی طاقت بھی رکھتا ہو۔

تو بہرحال عرض یہ کر رہا تھا کہ ہم نے قانون پر عمل چھوڑ دیا حالانکہ اس پر عمل میں ہمارا ہی فائدہ ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حدود الٰہی کے قیام کی برکت یہ ہے کہ جس علاقہ میں ۴۰ دن اور ۴۰ راتیں وقفہ وقفہ سے مناسب طریق سے بارش ہو اس کا جو علاقہ پہ گہرا اثر ہوگا اس سے کہیں زیادہ برکت ایک حد کے قائم کرنے کی ہوگی۔ اور ہمارا ایمان ہے

کہ حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے اور آپ کا ارشاد سچا ہے۔ امام ابن قتیبہ دینوری رحمۃ اللہ تعالیٰ جو بڑے محدث، مفسر، فقیہ اور مؤرخ ہیں۔ الامامۃ والسیاسۃ ان کی کتاب ہے۔ اس میں یہ واقعہ نقل کرتے ہیں کہ مدینہ کے کچھ تاجر شام کے علاقہ میں بغرض تجارت گئے۔ شام کی سرحد پر ایک گاؤں تھا۔ جہاں ایک متدین، متقی، مہمان نواز شخص رہتا تھا، اس کی عادت تھی کہ مہمانوں کی خوب خاطر مدارات کرتا اور جب معلوم ہوتا کہ آنے والا مدینہ کا ہے تو آنکھوں کی پلکیں تک بچھاتا، تاجر آئے اس نے انہیں گھر بلوایا۔ پوچھا تم کہاں سے آئے، انہوں نے کہا مِنَ الْمَدِيْنَةِ الْمُنَوَّرَةِ کہ ہم مدینہ منورہ سے آئے ہیں۔ کہا۔ مرحبا، اھلاً و سہلاً، خوب عزت کی اور خوب مہمان نوازی کی، چند دن رہے وہ جانے نہ دیتا۔ ایک دن اس کا چرواہا دوڑتا ہوا آیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا رو رہا ہے، کہنے لگا یا سیدی! آج ایک بھیڑیے نے بکری پر حملہ کیا اور بکری کو لے بھاگا، بکری ضائع ہوگئی۔ یہ سن کر اس کے مالک نے رونا شروع کر دیا۔ اتنا رویا گویا کسی کا باپ یا بیٹا یا قریبی عزیز مر گیا۔ تاجر کہتے ہیں کہ ہم حیران کہ اتنا بڑا آدمی اتنا فیاض اور محض ایک بکری کے ضیاع سے اتنا روتا ہے، ہم نے اسے بہت سمجھایا لیکن اس کی ہچکی بندھ گئی اور بہت دیر کے بعد کہا، کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ میں بکری کے لیے رو رہا ہوں؟ انہوں نے کہا بظاہر تو ایسا ہی ہے، کہنے لگا۔ لا واللہ بلکہ اس بکری پر بھیڑیے کے حملے سے نتیجے کے طور پر جو بات میں سمجھا ہوں، اس سے رو رہا ہوں، وہ کیا؟ میں سمجھتا ہوں کہ خلیفہ راشد عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ دنیا سے رخصت ہو گئے، ورنہ بھیڑیے کو کب جرأت تھی کہ میری بکری پر حملہ کرتا،

حدیث میں ہے اِتَّقُوْا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ کہ مومن کی فراست سے ڈرو فَاِنَّهٗ يَرٰى بِنُوْرِ اللّٰهِ کہ وہ اللہ کے عطا کردہ نور سے ادراک کر لیتا ہے، خبر رسانی کے ذرائع نہایت محدود تھے۔ تاجروں نے وہ تاریخ نوٹ کر لی تحقیق پر معلوم ہوا کہ واقعی ٹھیک اسی دن اسی وقت خلیفہ راشد کا انتقال ہوا تھا۔

تو اصل یہ ہے کہ خلافت راشدہ اور خلافت عادلہ کی برکت یہ ہوتی ہے کہ انسان تو انسان پہ کیا تجاوز کریگا۔

جانور بھی ایک دوسرے پر زیادتی اور تجاوز نہیں کرتے اور ہمارا ایمان ہے کہ ایک وقت ایسا آئے گا مستدرک حاکم، مسند امام احمد وغیرہ کی روایت ہے کہ جب عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے اور وہ نازل ہونے کے بعد ۴۰ برس زندہ رہیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن اور حدیث شریف کے مطابق فیصلہ کریں گے، ہماری شریعت کے مطابق ہی فیصلے ہوں گے گویا حضور علیہ السلام کے وفادار جرنیل بن کر آئیں گے۔ تو حدیث میں ہے جب وہ آئیں گے تو اس وقت بکریوں اور بھیڑیوں میں چیتے، شیر، بھیڑیے اکٹھے ہوں گے نہ یہ ڈریں گے نہ وہ چیریں گے۔ اور فرمایا۔ يَلْعَبُ الصِّبْيَانُ مَعَ الْحَيَّاتِ۔ بچے حقیقی سانپوں سے کھیلیں گے، یہ عادل کی برکات ہیں۔

خدا کے قانون کی برکات ہیں۔

اسی حدیث میں ہے کہ ایک بکری کا دودھ اتنا ہوگا کہ اچھی خاصی برادری کو کفایت کرے گا اور ایک گائے کا دودھ کئی خاندانوں کو کفایت کرے گا۔ امام حاکمؒ نے اس کو حدیث صحیح قرار دیا۔ زمین آسمان چاند سورج میں کمی بیشی نہ ہوگی محض اسلام کی برکت ہے۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ کی آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ ایک وقت ایسا بھی گذرا کہ گندم کا ایک دانہ اتنا موٹا ہوتا جیسے بصرہ کی کھجور کی گٹھلی۔ تولہ تک اس کا وزن ہوتا۔ فرماتے ہیں نَبَتَتْ فِي زَمَانِ الْعَدْلِ عدل کے دور میں یہ پیدا ہوتے۔

یاد رکھنا کہ اللہ کے قانون میں خدا کی کتاب میں حضرت محمدؐ کریم علیہ السلام کے لائے ہوئے دین میں ساری برکت ہے۔ آج یہ برکات کیوں اُڑ گئیں۔ محض اس لیے کہ ہم نے کتاب و دین محمدؐ اور حدیث رسولؐ کو چھوڑ دیا ہے، اس لئے ہم دنیا میں ذلیل ہیں۔ امام ابوداؤد رحمہ اللہ تعالیٰ جو صحاح ستہ کے مرکزی مصنف ہیں، لکھتے ہیں کہ میں نے ایک سنگترہ دیکھا کہ اس کو اونٹ پر لادتے تو لادا نہ گیا پھر کاٹ کر دو حصوں میں کر کے لادا گیا (ابوداؤد)

امام ترمذی فرماتے ہیں کہ میں نے ایک ککڑی اپنے ہاتھوں سے ناپی تو ۱۳ بالشت تھی۔ یہ ساری برکات نظامِ خداوندی کی ہے۔ آج ساری دنیا مسلمانوں کی ان برکات سے محروم ہے۔ پچاس کے قریب چھوٹے بڑے مسلمانوں کے ملک ہیں لیکن من وعن اول سے آخر تک کہیں بھی شریعت محمدی نافذ نہیں۔ یہ ہماری انتہائی بدقسمتی ہے، اور معاف رکھنا سب سے زیادہ بدبخت ہم پاکستانی ہیں، اس لیے کہ اس ملک کے بنانے کا مقصد ہی اسلام کا نفاذ تھا۔ اور اس کے لیے سرکاری اخبارات کے مطابق دس لاکھ مسلمانوں کی جان قربان ہوئی اور عام سیاسی حضرات کے مطابق ۲۴ لاکھ مسلمان قربان ہوا۔ پچاس سے ستر ہزار تک مسلمان عورتیں کہیں نہ ملیں۔ وہ بیبیاں جنہیں سورج کی کرنوں اور چاند کی روشنی تک نے نہ دیکھا وہ سکھوں وغیرہ کے ہتھے چڑھ گئیں۔ فقہ کی کتابوں میں ہے کہ اگر ایک مسلمان عورت مشرق کے آخری کونہ میں کافروں کے پنجہ میں گرفتار ہو تو مغرب والوں کا فرض ہے کہ اسے چھڑائیں، اور یہاں ہزاروں کا سوال ہے۔

تو اے مسلمان! غفلت کی زندگی چھوڑ، ہماری کامیابی کا راز اللہ کے قانون میں ہے۔ خدا کرے ہماری زندگی میں وہ قانون آجائے ورنہ انسانیت اس وقت تباہی کے کنارے ہے۔ حدیث پاک میں ہے آپ نے فرمایا۔ ایسے لوگ آئیں گے کہ ان کی شکلیں انسانوں کی ہوں گی اور دل بھیڑیوں جیسے ہوں گے۔ بھیڑیے کس کا نام ہے۔ کھانے پینے کی چیزوں میں ملاوٹ کر کے اپنی جیب بھر لی، لوگوں کی صحت بگاڑ دی۔ یہی ہے بھیڑیا پن۔

بھیڑیے کے متعلق پڑھا ہے کہ جب وہ بھوکے ہوتے ہیں تو اکٹھے ہوتے ہیں جو ان میں کمزور ہوتا ہے مل کر سب اس کو کھا لیتے ہیں۔ تو آج بالکل ہمارا یہی حال ہے۔ انسانیت ختم ہوگئی، قرآن کو چھوڑنے کے سبب، اللہ کے پیغمبرؐ نے فرمایا اِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ بِهٰذَا الْكِتَابِ وَيَضَعُ بِهٖ اٰخَرِيْنَ۔ کہ اللہ تعالیٰ اس کے سبب بعض اقوام کو سربلند فرمائیں گے بعض کو ذلیل۔ (مسلم)

صحابہ کرامؓ کے سر بلند ہوئے وہ تعداد میں تھوڑے تھے لیکن معاملہ بہت بلند تھا مستدرک حاکم میں ہے کہ غزوہ یرموک میں حضرت سفینہؓ شامل تھے۔ سامان کے اونٹ ضائع ہوگئے۔ انہوں نے چادر بچھائی کہ اس میں سامان ڈالیں میں اٹھاتا ہوں۔ کئی مرتبہ ڈلوایا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ مَا اَنْتَ اِلَّا سَفِيْنَةٌ۔ تو تو نری کشتی ہے۔ اس دن سے لقب سفینہ پڑ گیا۔ سامان لے کر جا رہے ہیں ساتھیوں سے بچھڑ گئے تو جنگل میں دیکھا کہ آگے شیر آرہا ہے۔ کہنے لگے ہاتھ خالی تھا لیکن معاً دل میں خیال آیا۔ جب شیر قریب آیا تو فرمایا۔ يَا اَبَا الْحَارِثِ اَنَا سَفِيْنَةُ مَوْلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ (صلی اللہ علیہ وسلم) اے شیر! میرا نام سفینہ ہے۔ میں محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) کا غلام ہوں اس پر شیر نے دُم ہلانی شروع کر دی۔ پھر میرا دامن پکڑا۔ جس طرف قافلہ تھا اس طرف لے گیا۔ راستہ میں جب کوئی جانور نظر آتا تو شیر نگرانی و حفاظت کرتا۔ قافلہ قریب آگیا تو سر نیچا کر کے سلام کر کے رخصت ہوگیا۔ اے مسلمان! جب تو مسلمان تھا تو جنگل کا شیر تیرا حکم مانتا اور اسلام کے تقاضے چھوڑے۔ تو بیوی آج کہنا نہیں مانتی، تو نے خدا کو چھوڑا خدا کی رحمت نے تجھے چھوڑ دیا۔ رحمت الٰہی ختم نہیں ہوئی

(باقی صفحہ ۲ پر)

ثمرات الاوراق

انتخاب لاجواب

خطیب اسلام حضرت مولانا محمد اجمل مدظلہ

حجاج بن یوسف سے ایک نوعمر لڑکے کا دلیرانہ کلام

حجاج اپنے محل کے دریچہ میں بیٹھا تھا عراق کے بعض سردار بھی حاضر تھے۔ ایک لڑکا جس کے بال اس کی کمر تک لٹک رہے تھے آیا فلک نما عمارت کو غور سے دیکھا۔ دائیں بائیں نظر کی اور باآواز بلند کہا کیا اونچی اونچی زمینوں پر نشان بناتے ہوا بے فائدہ اور مضبوط قلعے بناتے ہو۔ اس خیال سے کہ ہمیشہ جیتے رہو گے۔

حجاج تکیہ لگائے بیٹھا تھا۔ یہ سن کر سیدھا ہو گیا اور کہنے لگا لڑکے تو مجھے عقلمند اور ذہین معلوم ہوتا ہے ادھر آ، وہ آیا تو اس سے کچھ باتیں کرنے کے بعد کہا کچھ پڑھو، لڑکے نے پڑھنا شروع کیا۔ اعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم۔ اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَخْرُجُوْنَ مِنْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا۔ شیطان رجیم سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں، جبکہ خدا کی مدد اور فتح آئی اور تو دیکھے کہ لوگ خدا کے دین سے فوج فوج نکلے جا رہے ہیں۔

حجاج :- یَدْخُلُوْنَ پڑھو یعنی داخل ہوتے ہیں۔

لڑکا :- بیشک داخل ہی ہوتے تھے۔ مگر تیرے عہد حکومت میں ایسا نہیں کیونکہ تیرے ظلم و ستم کی وجہ سے یہ بات نہیں رہی۔

حجاج :- تم جانتے ہو کس شخص سے مخاطب ہو۔

لڑکا :- ہاں میں جانتا ہوں کہ ثقیف کے شیطان سے مخاطب ہوں۔

حجاج :- تو دیوانہ ہے اور قابل علاج ہے اچھا امیر المومنین کے بارے میں تم کیا کہتے ہو۔

لڑکا :- خدا ابوالحسن (حضرت علیؓ) پر رحمت کرے۔

حجاج :- میری مراد عبدالملک بن مروان سے ہے۔

لڑکا :- اس نے تو اتنے گناہ کئے ہیں کہ زمین و آسمان میں نہیں سما سکتے۔

حجاج :- ذرا ہم بھی سنیں وہ کون کون سے گناہ ہیں۔

لڑکا :- ان گناہوں کا ایک نمونہ تو یہ ہے کہ تجھ جیسے ظالم کو حاکم بنا دیا ہے، تو وہ ہے کہ غریب رعایا کا مال مباح اور خون حلال سمجھتا ہے

حجاج نے مصاحبوں کی طرف دیکھا اور کہا اس گستاخ لڑکے کے بارہ میں کیا کہتے ہو۔ سب نے کہا اس کی سزا قتل ہے، کیونکہ یہ اطاعت پذیر جماعت سے الگ ہو گیا ہے۔

لڑکا :- اے امیر تیرے مصاحبوں سے تو تیرے بھائی فرعون کے مصاحب اچھے تھے جنہوں نے حضرت موسیٰؑ اور ان کے بھائی کے متعلق فرعون کو کہا تھا کہ ان کے قتل کرنے میں جلدی نہ کرنا چاہیئے یہ کیسے مصاحب ہیں کہ (محض خوشامد کی وجہ سے) بغیر سوچے میرے قتل کا فتویٰ دے رہے ہیں۔ حجاج نے یہ سوچ کر کہ ایک معصوم لڑکے کے قتل سے ممکن ہے شورش عظیم ہو جائے۔ نہ صرف اس کے قتل کا ارادہ ملتوی کر دیا بلکہ اب خوف دلانے کی بجائے نرمی سے کام لینا شروع کیا اور کہا اے لڑکے تہذیب سے گفتگو کر اور زبان کو بند کر۔ جا میں نے تیرے واسطے چار ہزار درہم کا حکم دے دیا ہے (اس کو لے کر اپنی ضرورتیں پوری کر لو)

لڑکا :- مجھے درہم و دام کی کوئی ضرورت نہیں۔ خدا تیرا منہ سفید اور تیرا تختہ اونچا کرے۔

حجاج نے اپنے مصاحبوں سے کہا سمجھے ہو اس کا کیا مطلب ہے سب نے کہا امیر ہم سے بہتر سمجھتا ہے۔ حجاج نے کہا اس نے اس فقرہ سے کہ خدا تیرا منہ سفید کرے میرے لئے کوڑھ کے مرض کی دعا کی ہے اور تختہ اونچا ہونے سے سولی لٹکانا مراد لیا ہے۔

حجاج نے لڑکے سے کہا ہم نے تیری نوعمری پر رحم کیا ہے اور تیری ذہانت و ذکاوت اور تیری جسارت و جرأت کی وجہ سے تیری خطا معاف کی ہے اس کے بعد اس لڑکے نے حجاج سے اور بھی باتیں کیں اس کے چلے جانے پر اپنے مصاحبین سے کہا "خدا کی قسم میں نے اس سے زیادہ دلاور اور سربکف کسی کو نہیں پایا اور امید ہے کہ وہ بھی مجھ جیسا کسی کو نہ پا سکے گا۔

خلیفہ وقت سے حضرت طاؤس یمانیؒ کا دلیرانہ خطاب

ہشام بن عبدالملک حج کو جانے لگا تو طاؤس یمانیؒ کو طلب کیا، انہوں نے دربار میں پہنچ کر فرش کے کنارے جوتیاں اتاریں۔ پھر السلام علیک کہہ کر اس کے برابر بیٹھ گئے اور کہا کیوں ہشام تیرا مزاج کیسا ہے؟ ہشام کو سخت غصہ آیا اور کہا۔ یہ کیا گستاخانہ حرکتیں ہیں۔ نہ مجھ کو امیر المومنین کہہ کر خطاب کیا۔ نہ کنیت کے ساتھ نام لیا نہ میرے ہاتھ چومے۔ طاؤس نے کہا ہاتھ تو میں نے اس لئے نہیں چومے کہ میں نے حضرت علیؓ سے سنا ہے کہ صرف دو شخصوں کا ہاتھ چومنا جائز ہے۔ بیوی کا یا بچہ کا۔ امیر المومنین کا لفظ اس لئے استعمال نہیں کیا کہ تمام مسلمان تم کو امیر المومنین نہیں سمجھتے اس لئے اگر میں یہ لقب استعمال کرتا تو جھوٹا ہوتا۔ کنیت کی یہ کیفیت ہے کہ قرآن مجید میں خدا نے انبیاء اور اولیاء کے نام بغیر کنیت کے لئے ہیں مثلاً داؤدؑ سلیمانؑ۔ عیسیٰؑ۔ موسیٰؑ اور کافروں کو کنیت کے ساتھ خطاب کیا ہے۔ مثلاً ابولہب۔ ہشام متاثر ہوا اور کہا کوئی اور نصیحت بھی کرو طاؤس نے کہا کہ میں نے حضرت علیؓ سے سنا ہے کہ دوزخ میں بڑے بڑے سانپ اور بچھو ہوں گے جو ان سلاطین کو کاٹیں گے اور ڈنک ماریں گے جو رعایا پر ظلم کرتے ہیں۔ یہ کہہ کر اٹھے اور چلے گئے۔

موت سے ڈر کی وجہ

سلیمان بن عبدالملک مدینہ گیا تو ابوحازمؒ کو بلا بھیجا اور کہا کیوں ابوحازم، ہم لوگ کیوں موت سے ڈرتے ہیں۔ ابوحازمؒ نے کہا چونکہ تمہاری دنیا آباد اور آخرت برباد ہے اس لئے تم کو آبادی سے ویرانہ میں جاتے ہوئے ڈر لگتا ہے۔

دربار مامون کا ایک خوشامدی شاعر اور ایک حق گو معترض

ایک دفعہ ایک شاعر نے مامون الرشید کے دربار میں قصیدہ پڑھا کہ امیر المومنین اگر تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے وقت موجود ہوتا تو خلافت کا جھگڑا سرے سے پیدا ہی نہ ہوتا۔ دونوں فریق تیرے ہاتھ پر بیعت کر لیتے۔" وہیں سرِ دربار ایک شخص نے اٹھ کر کہا۔ تو جھوٹ بولتا ہے۔ امیر المومنین کا باپ حضرت عباسؓ (جو عباسیوں کے مورث اعلیٰ ہیں) وہاں موجود تھا۔ اس کو کس نے پوچھا ہے؟ مامون رشید کو بھی اس گستاخانہ لیکن معقول جواب کی تحسین کرنی پڑی۔

خلیفہ متوکل کے زمانے کے ایک عالم کی اخلاقی جرأت

خلیفہ متوکل نے احمد بن معدل وغیرہ علماء کو طلب کیا۔ جب سب لوگ بیٹھ گئے تو خود بھی آیا۔ سوائے احمد بن معدل کے تمام علماء اس کی تعظیم کھڑے ہو گئے۔ متوکل نے عبید اللہ سے پوچھا کیا اس شخص نے ہماری بیعت نہیں کی۔ اس نے کہا بیعت تو کی ہے۔ مگر انہیں کم نظر آتا ہے۔" احمد بن معدل نے کہا "میری آنکھوں میں کوئی قصور نہیں لیکن میں آپ کو عذاب خدا سے بچانا چاہتا ہوں۔ کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص لوگوں سے یہ امید رکھے کہ وہ اس کی تعظیم کو کھڑے ہوں وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنائے۔ متوکل یہ سن کر ان کے برابر آ بیٹھا۔"

بقیہ: مجلس ذکر

کہ اپنے بیٹے کو ہماری رہنمائی کے لیے چنا۔ اور بیٹا کیسا؟ کامل و اکمل جو حضرت لاہوریؒ کی پرکھ میں کامل ہے وہ یقیناً کامل ہے۔ اور پھر جو حضرت لاہوریؒ کے خلفاء کی پرکھ میں بھی اتنا اونچا ہے کہ حضرتؒ کے خلفاء بھی اپنے آپ کو اس درخت کے سایہ کے نیچے سمجھتے ہیں۔ حضرت دین پوری اپنے آپ کو اس درخت کے سائے میں سمجھتے ہیں۔ حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب اور حضرت بیروریؒ اپنے کو اس درخت کے سائے میں سمجھیں اور ان جیسا ولی آپ کو کسی دوسری جماعت میں بتا سکتے ہیں۔ اگر وہ اس سایہ پہ فخر کریں کہ الحمد للہ ہمارے سروں پہ یہ سایہ ہے۔ تو پھر یہ میرے جیسے آدمی کو شیطان کا وسوسہ ہوگا کہ کہے حضرت کی شخصیت کیا ہے؟ اور بسا اوقات ذہن میں موجودہ حضرت مدظلہ بڑے حضرت لاہوریؒ، حضرت رائپوریؒ، حضرت مدنیؒ اور اس زمانے میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب دامت برکاتہم یہ اس مقام کے لوگ ہیں کہ جو غائبانہ بھی ان کے ساتھ محبت رکھے گا ایمان بڑھے گا اور جو غائبانہ ان کے ساتھ نفرت کرے ایمان کم ہوگا۔

میں اپنے موجودہ حضرت کو اس مقام کا تصور کرتا ہوں میرے پاس تو نہ علم ہے اور نہ بات کرنے کا سلیقہ کوئی چیز میرے پاس نہیں۔ لیکن میری نگاہ میں حضرت بہت اونچے ہیں۔ الحمد للہ، کہ حضرت مدظلہ کا سایہ ہمارے سروں پہ ہے۔ ان کے ساتھ محبت، نشست و برخاست کہ ان کے فیوض و برکات کو اللہ پاک دن دگنی رات چوگنی ترقی عنایت فرمائے۔ آمین!

نبی اُمی علیہ السلام اور کثرتِ ازدواج

شیخ الاسلام مولانا السید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی مبارک زندگی میں کئی عورتوں سے شادیاں کیں۔

اس پر دشمنانِ اسلام اکثر اعتراض کرتے ہیں جن کی دیکھا دیکھی روحِ اسلام سے نابلد مسلمان بھی شک و شبہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ حضرت مدنیؒ کا ایک فاضلانہ مقالہ اس سلسلہ میں پیشِ خدمت ہے جس میں مسئلہ پر سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے۔

ادارہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

مسئلہ تعدد ازدواج حضور سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت بہت سے ظاہر بینوں اور متعصب مخالفینِ اسلام کے خیالات بہت زیادہ سخت ہیں۔ ان لوگوں کے درشت کلمات اور بلا حقیقت شبہات سے بہت سے سادہ لوح مسلمان بھی پریشان ہو کر طرح طرح کے اوہام اور شکوک میں پڑ جاتے ہیں اس لیے ہم بطور اختصار کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں جس سے بخوبی عیاں ہو جائے گا۔ کہ آنحضرت علیہ السلام نے کس طرح سخت سے سخت نفس کشی اس بارہ میں فرمائی۔ اور اس امر میں وہ بھاری اور ثقیل زہد اختیار فرمایا جس کی نظیر مشکل ہے۔ پادریوں اور عیسائی تعلیم سے متاثر ہونے والوں نے اس اعتراض کو بہت زیادہ آب و تاب کے ساتھ بہت زیادہ اہمیت دی ہے اور انہی کی تقلید میں آریہ حضرات بھی خامہ فرسائی کرتے رہتے ہیں مگر ہم اس مختصر عرض میں بائیبل کے حصہ قدیم (عہدِ عتیق) کی طرف متوجہ کرنا مناسب نہیں سمجھتے ہیں۔ اور نہ حضرت داؤد علیہ السلام کی سو بیویوں اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی ہزار محلسراؤں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آٹھ بیویوں، حضرت یعقوب علیہ السلام وغیرہ انبیاء کی متعدد ازواج کا تذکرہ الزام کے طور پر کریں گے۔ اور نہ اسی طرح ہم سری کرشن جی مہاراج کی تیرہ یا راجہ جراسندھ کی دو سو سے زیادہ چھڑائی ہوئی عورتوں سے ہم بستری کا یا متعدد گوپیوں سے تعشق اور تعلق کا حوالہ دیں گے (جس کا ان کے ہم مذہب مورخین نے تذکرہ کیا ہے) ہم ہر مذہب کی مقدس ہستیوں کو احترام کی نظر سے دیکھنا اسلامی تعلیم کی حیثیت سے ضروری سمجھتے ہیں۔ ہمارا عقیدہ انبیائے علیہم السلام کی نسبت نہایت مقدس ہے اس لیے ہم ان روایات کو نہ اہمیت دیتے ہیں اور نہ قطعی طور پر جھوٹی سمجھتے ہیں۔ ان مقدس پیشواؤں کی اگر یہ حالت واقعی ہے تو ان کے منصبِ عالی کے خلاف بھی نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ ہماری نظر میں ایسی مقدس ہستیوں کا کیریکٹر اور ہی ہے۔

ہم اس جگہ محض تحقیقی طور پر کچھ واقعی بات عرض کرنا چاہتے ہیں۔ اعتراض کرنے والے حضرات تاریخ سے یا تو بالکل واقف ہی نہیں ہیں یا شوقِ اعتراض نے ان کو واقعیت پر نظر ڈالنے سے روک دیا ہے۔

سرورِ عالم ؐ کا دورِ شباب اور بے نظیر عفت

جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتدائی عمر سے پچیس برس کی عمر تک کسی عورت یا لڑکی سے کسی قسم کا تعلق پیدا نہیں کیا جس کی تمام موافق اور مخالف تاریخیں شہادت دیتی ہیں عشق و الفت کے جوش کا زمانہ جوانی کی امنگوں اور باہمی قوت کی ترقی کی عمر یہی ابتدائی عمر کے سال ہیں ان ہی ایام میں قوتِ باہ کی پرزور تاثیر آدمی کو اندھا بنا دیتی ہے اور نہ صرف تقویٰ شکن بلکہ حیا اور عزت کو برباد کر دینے والی شہوت کا بھوت انسان پر سوار ہو جاتا ہے یہی عمر کا وہ زمانہ ہے جس میں جوانی کا جوبن اور شباب کا جنون مردوں اور عورتوں کو ہر مخل ناموس اور مہلک تقدس خواہش پر آمادہ کر دیتا ہے۔ حرارتِ غریزی کا بڑھتا ہوا جوش اور جسمانی قوت کا روزانہ ترقی کرنے والا اثر اخلاقی اور انسانی حدود کو بھلا دیتا ہے۔ خصوصاً پندرہ سال کی عمر سے پچیس برس کی عمر تک کا زمانہ تو نہایت ہی نازک زمانہ ہے پھر جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندانی شرف اور بلندی کو خیال میں لایا جائے اور آپ کے بے نظیر جسمانی تناسب اعضاء اور خوبصورتی اور بے مثل حسن و جمال پر غور کیا جائے لڑکیوں اور عورتوں میں پردہ نشینی مروج نہ ہونے کا تصور بھی سامنے رکھا جائے تو اس زمانہ کی بھیانک تصویر اور بھی آنحضرت علیہ السلام کی عفت اور تنہائی نفس کشی کا نقشہ کھینچتی ہے۔ طبعی طور پر نوجوان عورتوں کی آنکھیں ان صفات سے موصوف اشخاص کو ڈھونڈتی پھرتی ہیں اور اگر کوئی نوجوان پرہیزگاری اور شرم کو کام میں لانا چاہے تو یہ تقویٰ شکن عورتیں

شیشۂ عفت کو پاش پاش کر دیتی ہیں۔ ان کی جادوگر آنکھیں اپنی قوتِ تاثیر سے نوجوان آدمی کو اپنی زلفِ مسلسل کا قیدی بنا لیتی ہیں۔ شہوت پرست اشخاص اسی زمانہ میں ہر قسم کے ناکردنی اعمال کر گذرتے تھے۔ پھر عرب کی اس زمانہ کی آزادی حسن و عشق کی داستانیں، وصال و ہجر کی حکایتیں، تعشق و تشبیب کی سرگرمیاں، عورتوں سے ناجائز تعلقات پر مفاخرت عرب کے قصائد اور ان کے تغزلات اور تشبیبات سے مثل آفتاب ظاہر و باہر ہے۔ سبعہ معلقہ کے قصائد اور دیگر قصائد ملاحظہ ہوں۔ ایسی حالت اور ایسی زمین میں عفت اور عصمت کا محفوظ رکھنا کس قدر مشکل ہے۔ ہر سمجھ دار خود اندازہ کر سکتا ہے جس سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوزیشن کس قدر شاندار نظر آتی ہے۔

آپ کا پہلا نکاح اور وہ بھی بیوہ سے

پچیس برس کی عمر ہونے پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شادی کی وہ بھی ایک ایسی عورت سے جس کی عمر اور جوانی کا بہت بڑا حصہ گذر چکا تھا۔ جوبن اور جوانی کا فریفتہ کرنے والا حسن و جمال، ناز و انداز، شوخی و نزاکت سب زائل ہو چکے تھے۔ اس نے اس سے پہلے دو خاوندوں ابوہالہ اور عتیق بن عائذ اللہ کے نکاح میں رہ کر اپنی زندگانی کے رجھانے والے حصے کو صرف کر دیا تھا۔ یہ دونوں خاوند یکے بعد دیگرے اس کی عصمت کے مالک ہوئے تھے اور دونوں سے بچے بھی پیدا ہو چکے تھے اور چونکہ دونوں خاوندوں کی وفات ہو چکی تھی اس لیے وہ کچھ عرصہ سے بیوگی کی زندگی گذار رہی تھی وہ اگرچہ عقل و تدبیر میں اس سرزمین میں اپنا نظیر نہ رکھتی تھی شرافت نسبی اور اعلیٰ خاندانی میں اعلیٰ درجہ اس کو حاصل تھا۔ مال اور سرمایہ تجارت میں مشہور و معروف تھی۔ مگر بایں ہمہ شہوت پرستی کے سامان عموماً اس میں مفقود تھے۔ اس کی عالی نسبی انتہائی عقل اور سمجھ اخلاق کاملہ اور اعمال فاضلہ، مال و دولت وغیرہ کی وجہ سے قریش کے بڑے بڑے سرمایہ دار سردار اس کو اپنے نکاح میں لانے کی مدتوں سے کوشش کر رہے تھے جس میں ان کو ناکامی اور نامرادی کا منہ دیکھنا پڑ رہا تھا۔ اس تجربہ کار اور عقلمند مقدس بی بی کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ خیال و اخلاق اور بے لوث زندگی نہایت صاف اور ستھرے معاملات نے اس قدر گرویدہ بنا لیا کہ اس نے خود خواہش کی کہ آپ مجھ سے نکاح کر لیجئے۔ آپ کو اپنے غلام کی زبانی اور اہل مکہ معظمہ کی متواتر روایات اس کی نہایت تیز عقل اور سمجھ نے یہ بتلا دیا تھا کہ ہو نہ ہو یہ ہونہار بروا ہے جس کے چکنے چکنے پات ظاہر ہو رہے ہیں باوجودیکہ بڑے بڑے مالدار اور بڑے بڑے سردار اس کے عشق میں سرگرداں تھے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس حالتوں نے اس کو اس قدر گرویدہ بنا لیا کہ اس نے کہلا بھیجا کہ آپ اپنے چچا کے ذریعے سے میرے والد کے پاس میرے متعلق پیغام کہلا بھیجئے میں خود کوشش اندر سے کروں گی جس کی بنا پر میرے والد ماجد کسی طرح پیغام نکاح کو رد نہ کریں گے اس کے والد ماجد قریش کے بہت بڑے سردار اور نخوت والے بڑی ناک کے آدمی تھے جب انہوں نے سنا کہنے لگے ذالك فحل لا يقرع ع (یہ وہ نر ہے جس کو نکالا نہیں جا سکتا) اور نہایت سادگی سے نکاح ہو گیا اس مقدس اور خوش بخت عورت حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے نکاح ہوتے ہی اپنا تمام مال اور دھن، غلام، باندی وغیرہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کر دیا اور کہا کہ یہ سب چیزیں میں آپ کی نذر کرتی ہوں جس طرح آپ کی خواہش ہو آپ ان چیزوں میں تصرف فرمائیں۔ ان سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تین لڑکیاں اور دو یا تین لڑکے پیدا ہوئے۔ اپنے اخیر وقت تک یہ آپ کے نکاح میں رہیں اور نہایت خوش اخلاقی عالی ظرفی، تابعداری کے ساتھ خدائی طریقہ پر پچیس برس تک تن تنہا آپ کے نکاح میں رہ کر جب آپ کی عمر پچاس سال کی ہوگئی تو خود پینسٹھ برس کی عمر پوری کر کے انتقال کیا۔

حالاتِ مذکورہ کے نتائج

غور کرنے کی بات ہے کہ شہوت پرستی کا کوئی شائبہ بھی یہاں موجود نہیں۔

(۱) پچیس برس تک نہایت عفت کے ساتھ مجرد رہنا۔

(۲) بیوہ عورت سے نکاح کرنا۔

(۳) چالیس برس کی عورت سے نکاح کرنا۔

شہوت پرست خود کتنے ہی عمر کو پہنچ جائیں نوجوان لڑکیاں چودہ پندرہ برس کی ڈھونڈتے ہیں۔ خود تو اسی اسی اور نوے برس کے ہو جاتے ہیں مگر خواہش اور سعی یہی رہتی ہے کہ کوئی دوشیزہ ملے۔

(۴) اس عورت کو نکاح میں لانا جس کی چند اولاد موجود ہوں، ہر ایک شخص کو معلوم ہے کہ شہوت پرستوں کے مقاصد ایسی صورت میں نہ صرف مفقود ہوتے بلکہ ان کو ایسی عورتوں سے نفرت بھی ہوتی ہے۔

(۵) ایسی عورت کو پسند کرنا جس کے دو خاوند یکے بعد دیگرے اس سے پہلے مر چکے ہوں۔ شہوت پرست ایسی عورت کو منحوس اور منحوس بھی سمجھتے ہیں۔

(۶) اتنی عمر گذر جانے پر بھی خود خواہش نکاح نہ کرنا بلکہ عورت

کی طلب پیاس کے لیے تیار ہونا۔

(۷) اپنی قوت کے عمدہ زمانہ یعنی پچیس برس سے پچاس تک کی عمر کو اسی عورت کے ساتھ نہایت عفت ،عظمت کے ساتھ گزار دینا۔

(۸) اس عمر میں بیوی یا باندی کے طور پر کسی اور صورت سے کسی عورت سے کوئی تعلق نہ رکھنا۔

یہ وہ امور ہیں جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نہایت زیادہ نفس کشی اور زہادت معلوم ہوتی ہے۔ اس سے اس امر پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اگرچہ مالدار عورت تھیں مگر خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اولاً ان سے نکاح کرنے کی رغبت اور خواہش پیدا نہیں ہوئی اور نہ ان کا مال اور سرمایہ آپ کو ان کی طرف جاذب ہوا۔ تاریخی واقعات نہایت صفائی سے اس امر پر روشنی ڈال رہے ہیں، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کے کمالات اور اخلاق دیکھ کر گرویدہ ہوگئیں اور خود ہی نکاح کی خواہش کی اور بغیر کسی قسم کے ناجائز تعلقات اور کاروائیوں کے بالکل مشروع اور معتبر طریقہ پر باقاعدہ نکاح ہوا اور پھر انھوں نے جو اپنا مال اور سرمایہ خدمت اقدس میں پیش کیا وہ بھی بلا طلب اور بغیر خواہش نبوی (علیہ السلام) تھا۔ جس سے خود حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو سعادت دارین حاصل ہوئی۔ وہ آخر دم تک آپ کی نہایت مطیع ، فرمانبردار اور شکر گزار رہیں اور سب سے پہلے اسلام لائیں۔ اس لیے اس امر میں دنیا طلبی کا متعصبانہ الزام لگانا بالکل بے سروپا بہتان ہے جس پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگانی کی کیفیتیں اور آپ کا مال آخر دم تک لٹاتے رہنا ۔ ایک پیسہ بھی جمع نہ کرنا ، بلکہ باوجود تمام ملک عرب کے محکوم مملوک ہونے کے غلہ کی قرضداری کی حالت میں وفات کرنا ایک بیّن دلیل اس امر کی ہے کہ آپ کو کبھی بھی دنیا طلبی نے اپنے پھندوں میں نہیں پھنسایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قولی اور عملی حالتیں آفتاب سے زیادہ تیز و تند اور صاف روشنی ڈال رہی ہیں کہ اس مقدس اور معصوم ہستی کے دل میں دنیا کی ، مچھر کے پَر کے برابر بھی وقعت نہ تھی ، بلکہ اُلٹی اس سے نفرت تھی۔

دوسرا نکاح وہ بھی بیوہ سے

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔ وہ بھی بیوہ تھیں اور سن رسیدہ شہوت پرستی اور اس عمر سے کیا تعلق ؟

ایک شُبہ کا ازالہ

شاید بعض سادہ لوحوں کو یہ خیال ہو کہ یہ تقلیل ازواج اور ایک عورت پر اکتفا کرنے کی نوبت محض افلاس اور فقر مالی کی وجہ سے تھی یا اس بنا پر کہ لوگ لڑکیاں نہیں دیتے تھے۔ مگر یہ خیال بالکل غلط ہے۔ نبوت کے بعد مکہ معظمہ میں رؤسائِ قریش نے نہایت زور سے آپ کو اپنی عمدہ سے عمدہ لڑکیاں پیش کیں اور کہا کہ اگر آپ کا مطلب بادشاہت ہے تو ہم آپ کو بادشاہ بنانے اور تسلیم کرنے کو تیار ہیں اور اگر خزانہ مطلوب ہے تو جس قدر چاہو ہم خزانہ دینے کو تیار ہیں اور اگر لڑکیاں مطلوب ہیں تو جس لڑکی کو پسند کرو اور جس قدر چاہو ہم نکاح کر دینے کو تیار ہیں۔ بشرطیکہ تم نئے دین کی بنیاد نہ ڈالو اور ہمارے بتوں سے نفرت نہ دلاؤ۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عالی نسبی اور نہایت بلند اخلاقی نے نبوت سے پہلے تمام اہل مکہ کو اپنا گرویدہ کر رکھا تھا۔ کسی کو آپ سے شکایت تو درکنار، قلب میں ذرا کدورت بھی نہ تھی بلکہ ہر ایک محبت کرتا تھا پھر تجارت وغیرہ کے طریقوں میں آپ کو اس قدر سلیقہ تھا کہ قبل از نکاح حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مال میں جب کہ بطورِ شرکت عمل (مضاربت) آپ شام کو مال لے کر گئے تھے تو اس قدر نفع ہوا تھا کہ پہلے کبھی ایسا واقعہ نہ گزرا تھا۔ لوگوں سے قرابتوں کا جال اس قدر پھیلا ہوا تھا کہ قریش کے خاندانوں میں سے کوئی خاندان ایسا نہ تھا جس سے آپ کی رشتہ داری نہ ہو، اگر آپ قبل نبوت یا بعد نبوت دو چار یا کم وبیش نکاح کے خواہاں ہوتے تو کسی طرح بھی مشکل پیش نہ آتی اور یہی وجہ تھی کہ ابوسفیان بن حرب کو جب یہ خبر پہنچی کہ ان کی بیٹی اُمّ حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شادی کرلی ہے۔ تو باوجود سخت عداوت کے اور پرخاش کے ذرا بھی نکاح کے امر میں گفتگو نہ کی بلکہ اہلیت اور استحقاق کا اقرار دیتے ہوئے تعریفی کلمات کہے۔

خود حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا جو کہ آپ پر پروانہ وار فدا تھیں اور اپنا تمام سرمایہ آپ کی نظر کر چکی تھیں ، اگر آپ کی خواہش ہوتی ، تو نکاح کی صورتیں بہم پہنچاتیں چنانچہ جب آپ نے فرمایا کہ میری تمہارے سوا جنت میں اور بھی بیویاں فلاں فلاں ہوں گی تو ان کو ذرا بھی گراں نہیں گزرا ، بلکہ صاف الفاظ میں بشاشت کے ساتھ جواب دیا کہ اس میں کیا ہے۔ بادشاہوں کی سینکڑوں بیویاں ہوا ہی کرتی ہیں حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عقل مندی اور جناب رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہمدردی آپ کی رضاجوئی خدمت وغیرہ کے تفصیلی احوال کا اگر تتبع کیا جائے تو اس میں ذرا بھی شبہ نہیں ہو سکتا کہ اگر وہ ادنیٰ درجہ کا بھی اشارہ پاتیں تو ضرور بضرور خود بخود نکاح کروا دیتیں اور اپنے تمام مال سے ان بیویوں کی خدمت انجام دیتیں۔

تعددِ ازواج کا دور اور خطراتِ شہوت پرستی کا قلع قمع!

مذکورہ بالا امر یعنی پچیس سالگی کے ساتھ جب کہ امور ذیل کو بھی زیر نظر رکھا جائے تو خطرہ شہوت پرستی کا بالکل ہی قلع قمع ہو جاتا ہے بلکہ محال درجہ میں معلوم ہونے لگتی ہے

(۱) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ان ایام میں (یعنی جن ایام سے تعدد ازواج کا سلسلہ شروع ہوتا ہے) دشمنوں کے حملوں اور جنگ جوئی کی کارروائیوں کے ساتھ گھرے ہوئے تھے۔ اس تھوڑی سی مدت میں جس کا اندازہ تقریباً ۸ برس ہے آپ کو تقریباً ساٹھ سے زائد لڑائیاں دشمنوں سے لڑنی پڑیں جن میں تقریباً اٹھائیس میں آپ خود بھی شریک رہے۔ تواریخ کے صفحات اور سیر کے اوراق بتلا رہے ہیں کہ یہ سب لڑائیاں مدافعانہ تھیں اور دشمنوں ہی کی طرف سے ابتدائی کارروائیاں آپ کو فوج کشی پر مجبور کر رہی تھیں۔ دشمنوں کی انتہائی کوشش یہی تھی کہ دنیا سے اسلام اور اسلام کے نام لیواؤں کو معدوم کر دیا جائے۔ خود مدینہ منورہ میں ایک بہت جماعت مخالفین کی موجود تھی جن کو منافقین کے نام سے ذکر کیا جاتا ہے۔ یہ لوگ غزوہ بدر تک علانیہ طور پر دشمنی کرتے رہے اور بعد غزوۂ بدر جبکہ اسلامی شوکت اور قوت روز افزوں حالت ظاہر ہونے لگی تو بظاہر مسلمان ہو گئے مگر اندرونی طریقہ پر ہمیشہ اسلام اور مسلمانوں کی بیخ کنی کرتے رہے۔ مدینہ منورہ اور اس کے گرد و نواح میں یہودیوں کے مختلف قبائل نہایت سخت دشمنی کرتے رہے۔ بیرون مدینہ منورہ قریش بالخصوص اور تمام قبائل عرب ہر قسم کی کوششیں اسلام کے روشن چراغ کے بجھانے میں صرف کرتے رہے۔ مدینہ منورہ پر بارہا دھاوا کیا جاتا رہا جب کہ دشمنوں کے دھاوا کرنے اور سامان جنگ جمع کرنے کی خبریں آئیں تو خود آنحضرت علیہ السلام نے ان پر فوج کشی کی۔ بارہا قوموں اور قبائل نے مسلمانوں کو نقصانات جانی اور مالی پہونچائے۔ تبلیغ کے راستہ میں سختی کے ساتھ مانع ہوئے۔ جن کی تفصیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مغازی اور سیر میں مذکور ہیں۔ پھر یہ نہیں تھا کہ فوجیں پہلے سے جمع تھیں، خزانے بھرے ہوئے تھے، ہتھیاروں کا ذخیرہ موجود تھا، رسد کا سامان مہیا تھا۔ بلکہ ان سب چیزوں کو ہمیشہ تیار کرنا پڑتا تھا۔ غرضیکہ کوئی وقت چین کا ظاہری قاعدہ سے نہیں مل سکتا تھا۔

(۲) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سخاوت اس قدر غالب تھی کہ کبھی کسی سوال کرنے والے کو واپس نہیں کیا۔ جو کچھ آتا تھا تقسیم فرما دیتے تھے۔ گھر بار مال و متاع چھوڑ دینے اور ہجرت کرنے کی وجہ سے عام طور پر مہاجر مسلمان نہایت تنگی اور فقر میں مبتلا تھے روزانہ جنگ و جدال اور اس کی تیاریوں کی بنا پر خود انصار اہل مدینہ اپنے باغوں اور کھیتوں کی کما حقہ خبر گیری نہیں کر سکتے تھے اور نہ اسباب معیشت مہیا کرنے کی مہلت ملتی تھی ہر قبیلہ اور ہر آبادی کے مخالفین اسلام مسلمان ہونے والے افراد کے مال و جائداد پر قبضہ کر لیتے تھے اور ہر قسم کی عداوت کی داد دیتے تھے۔ ان وجوہ کی بنا پر آنحضرت علیہ السلام لوگوں کی خبر گیری اور ان پر مال لٹا دینا ضروری سمجھتے تھے، اور جو کچھ کہیں سے بھی آتا، ارباب حاجت کو فوراً دے دیتے تھے اسی وجہ سے آپ پر تنگ دستی اور ظاہری فقر و فاقہ کی اس قدر شدت تھی کہ تمام ایام زندگانی میں جو کی روٹی پیٹ بھر کر نہیں کھائی اکثر فاقوں میں گزران ہوتی تھی۔ دو سالن کبھی آپ کے دسترخوان پر جمع نہیں ہوئے۔ گیہوں کی روٹی شاذ و نادر آپ کے دسترخوان پر آیا کرتی تین تین چاند گزر جاتے تھے آپ کے یہاں کھانا پکانے کے لیے نہ آگ جلتی تھی اور نہ دھواں اٹھتا تھا فقط پانی اور چند دانے کھجوروں پر کفایت کی جاتی تھی، فاقہ کی تکلیفوں کی بنا پر لمبا اوقات آپ کو ایک ایک، دو دو پتھر پیٹ پر باندھنے کی نوبت آئی، مقوی دواؤں اور اعلیٰ درجہ کی غذاؤں کا ملنا تو درکنار (جن کی شہوت پرستوں کو ضرورت ہوتی ہے) معمولی درجہ کی غذا بھی پیٹ بھر کر نہیں ملتی تھی اور نہ ہمیشہ آدھے پیٹ ہی ملتی تھی۔

(۳) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بارگاہ الوہیت سے اس قدر تعلق اور محبت اور اتنا خوف اور ڈر غالب تھا کہ کوئی وقت خدا کے ذکر سے خالی نہ گزرتا تھا۔ ہر روز کم سے کم پچاس رکعت نماز اور ہر سال میں کم از کم چھ مہینے روزہ ہمیشہ آپ کا معمول رہا اور لمبا اوقات آپ فکر آخرت اور رعب خداوندی مکرامت وغیرہ کی وجہ سے غمگین اور متفکر رہا کرتے تھے۔ آسمان کی طرف بہت کم دیکھتے تھے۔ اکثر نظر آپ کی زمین کی طرف رہتی تھی، ہنستے بہت کم

تھے۔ اکثر صحابی آپ کی تھوڑی سی صحبت میں موجود تھے۔
ہم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنے لوگوں کی تعلیم و تربیت ان کی روحانی اور اخلاقی اور انسانی اصلاح کا جس قدر خیال رہتا تھا اور اسی وجہ سے بہت تھوڑی سی مدت میں ہر قسم کے کمال والے اشخاص موجود ہو گئے۔ کوئی فنون جنگ میں حسب قابلیت اعلیٰ درجہ کا قابل ہو گیا، جیسے خالد بن ولید، ابو عبیدہ بن الجراح، سعد بن ابی وقاص، عمرو بن العاص، عبدالرحمن بن سمرہ وغیرہ رضی اللہ عنہم کوئی فنون سیاست کا استاذ اور ماہر ہو گیا، جیسے حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر بن الخطاب، حضرت عثمان بن عفان، حضرت معاذ بن جبل وغیرہ رضی اللہ عنہم کوئی روحانی فنون اور ولایت کے معارف میں اعلیٰ پیمانہ پر پہنچ گیا، جیسے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ، حضرت سلمان فارسی، حضرت عبداللہ بن عباس، عائشہ صدیقہ، ابوہریرہ، انس بن مالک رضی اللہ عنہم اسی طرح فنون فضل خصوصیات زہد و ریاضت، تجارت و صنعت، مساحت اراضی و تواریخ وغیرہ وغیرہ میں کیسی عرب غیر متمدن اور غیر تعلیم یافتہ کوہستانی اور ریگستانی وحشی لوگ جملہ فنون و علوم میں نہ صرف ماہر اور کامل ہو گئے اور بلکہ اپنے اخلاف اور پس آئندوں کے لیے اور اقوام موجودہ دیار عجم کے واسطے استاذہ اور آفتاب ہدایت بن گئے اور عرب قوم تھوڑی سی مدت میں اس لائق ہو گئی کہ وہ تمام دنیا کی حکومت اپنے ہاتھ میں لے کر جہانبانی اور انتظام کر سکے۔ پھر اور مفید اخلاق سے سب کے سب رنگین ہو گئے اور بری عادتیں اور غیر مہذب خصلتیں سب کی سب کافور ہو گئیں۔ نفاق و شقاق کا تمام ملک عرب میں نام تک باقی نہ رہا اور اتفاق اور وفاق دو چند ہوا کہ جس کی نظیر اقوام سابقہ میں کہیں بھی تاریخ نہیں دکھلا سکتی۔ خدا ترسی اور اخلاص و للہیت کا وہ دور دورہ ہوا کہ عہد موسوی اور عہد عیسوی کیا بلکہ جملہ قرون میں دنیا کی تاریخ ماند پڑ گئی۔ معرفت و حقائق کے چشمے اس قدر ابلے کہ فلاسفہ اقوام کے کتب خانے اور متقدمین کی تحقیقیں غرقاب ہو گئیں۔

اب قابل غور یہ امر ہے کہ امور مذکورہ بالا میں سے ہر ایک امر مستقل طور پر انسان کو اس قدر پریشان کرنے والا اور ذاتی مشغولیت کا سامان ہے کہ فقط وہی ضرورت انسانیہ کو بالکل زائل اور فنا کر دینے کے لیے کافی و وافی ہے اور یہی وجہ ہے کہ جو لوگ ایسی ایسی افکار و مصائب میں واقعی طور پر منہمک اور مبتلا ہو جاتے ہیں۔ پھر کیا تعجب کی بات نہیں تو وہ ہستی جو کہ ان تمام امور کی جامع تھی نہ صرف اس

تعدد متعلق کر کے ذکر کی گئی ... اس کی ... ہے کہ جو کچھ ذکر کیا گیا ہے کہ وہ اس کے اقوال کا مؤخر حصہ ہے بتلاتا ہے کہ اس کی نسبت شہوت پرستی کا الزام کیونکر لگایا جا سکتا ہے اور کیا اس عمر میں معمولی آنکھوں میں اور ان امور کی موجودگی میں شہوت باقی رہ سکتی ہے۔ افسوس کہ ان تاریخی واقعات پر صداقت اور حقانیت کی تلاش کو کام میں نہیں لایا جاتا اور انصاف اور حق پرستی کو ملحوظ رکھا جاتا ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر حالت یہی ہے جیسا کہ ذکر کیا گیا تو پھر کیوں ان حالتوں کے موجود ہوتے ہوئے تعدد ازدواج کو اختیار کیا گیا۔ مگر اس کا جواب ہم تفصیلی طریقہ پر اس مقام میں اس لیے نہیں دے سکتے کہ طول بہت ہو گیا ہے۔ اہل عقل و انصاف نے بہت سی باتیں ذکر فرمائی ہیں، ان میں سے زیادہ تر اہم بات ہم مختصراً عرض کرتے ہیں۔

پیغمبر کے اہم مقاصد میں سے تمام عالم انسانی کو تبلیغ کرنا اور ان کی قولی اور عملی برائیوں سے اصلاح کرنا ہے۔ اس لیے اس کو بہت سے ایسے لوگوں کی ضرورت ہے کہ وہ ہر قسم کے فیض کو پیغمبر سے حاصل کریں اور دوسرے لوگوں اور آئندہ نسلوں کے لیے مشعل ہدایت اور اصلاح کے لیے بھیجا گیا ہو، مثل انبیاء بنی اسرائیل اور اقوام سابقہ فقط ایک قوم یا ایک شہر اس کا نقطہ نظر اور مرکز اصلاح و ہدایت نہ ہو اور چونکہ اس کو عورتوں کی بھی اصلاح مدنظر ہے اور بہت سے ان قوانین کو پھیلانا ہے جن کا تعلق عورتوں اور مردوں کے باہمی علائق سے ہے، اس لیے اس کو بہت سے شاگرد اس صنف کے بھی درکار ہیں تاکہ وہ ان جملہ امور کو جن کا تعلق فقط عورتوں سے یا عورتوں اور مردوں کے آپس کے علائق سے ہے سیکھیں اور تمام عالم کے لیے مشعل ہدایت بنیں۔ لہٰذا اس مقام پر فقط دو عورتوں پر اکتفا کرنا یہ بھی قلیل ہو گا۔ ظاہر ہے کہ عورتوں کی جملہ ضروریات اور اصلاحات کی تعلیم بغیر علاقہ زن و شوئی نہایت مشکل ہے، کیونکہ شرم اور اجنبیت بہت سی چیزوں کی تعلیم و تعلم سے مانع ہو گی۔

اس مقام پر یہ ضروری تھا کہ بہت زیادہ وسعت کو اختیار کیا جاتا۔ مگر آنحضرت علیہ السلام نے اس کو اختیار نہ فرمایا اور بہت تھوڑی مقدار پر کفایت کی اور یہی وجہ ہے کہ اس زمانہ میں جب کہ احکام عملیہ کے اختیار کا وقت آیا ہے تعدد ازدواج کو اختیار فرمایا۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ بعد از نبوت مکہ معظمہ کی زندگانی میں اور مدینہ منورہ کی ابتدائی زندگی میں محض اصلاح عقائد و اخلاق کو مدنظر رکھا گیا

ان اور بہت سی دوسری وجوہ سے اصلاح اعمال اور اقوال کی بہت زیادہ اہمیت دی گئی اور اس قسم کے قوانین مسلسل بارش کی طرح آنا سے چاہئے تھے لہٰذا ضروری ہوا کہ اس وقت میں عورتوں کی ایسی خاصی مقدار سیکھنے والی موجود ہو۔

وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلَىٰ فِي بُيُوتِكُنَّ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ
وَالْحِكْمَةِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ لَطِيفًا خَبِيرًا

"اور تم خیال ان آیتوں اور اس علم کو یاد رکھو جس کا تمہارے گھروں میں چرچا رہتا ہے، بے شک اللہ تعالیٰ راز دان پورا خبردار ہے۔"

یہ خاص تاکیدی حکم ازواج مطہرات کے لیے اسی بنا پر ہے ازواج مطہرات کے لیے علاوہ اس کے اور بھی بہت سے احکام قرآن میں ذکر کیے گئے جن سے عام صنف مستورات کے لیے پوری روشنی پڑتی ہے اور غالباً یہی وجہ ہے کہ بجز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے جس قدر بھی آپ کی ازواج ہیں وہ سب کی سب زیادہ عمر والی ہیں کہ پہلے ازواج سے بیوگی کی حالت میں نکاح میں آئیں ہیں کیونکہ نوعمر عورتوں اور لڑکیوں پر طبعی طور پر لہو و لعب غالب ہوتا ہے احکام اور علوم کے سیکھنے کے واقعات وغیرہ کے یاد رکھنے کی طرف توجہ کم ہوتی ہے اور عورتوں سے شوہر زنی کے مقاصد میں تو بے شک زیادہ تر کامیابی ہوتی ہے۔ مگر جو مقصد پیغمبر کا اصلاح امت اور حفظ علوم تعلیم و تعلم وغیرہ کے لیے ہوتا ہے وہاں بھی طبعی طور پر وہ کم ہوتا ہے اور غالباً یہی وجہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آپ کو تعلق بہت زیادہ تھا۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ استاد فن اور ماہر علم کو اپنے شاگردوں میں سے اس شخص سے زیادہ تعلق ہوتا ہے جس کو وہ نہایت ذکی سمجھدار قوی الحافظہ فصیح و بلیغ دیکھتا ہے کیونکہ ایسے شاگردوں میں نہ صرف اس کی تعلیم کا اثر مکمل طریقہ پر ظاہر ہوتا ہے بلکہ اس سے امید کی جاتی ہے کہ وہ دوسرے لوگوں کو بھی فیضیاب بنائے گا۔ چونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انتہائی درجہ کی ذکی اور سمجھدار تھیں۔ طبیعت نہایت تیز اور حافظہ نہایت قوی رکھتی تھیں فصاحت و بلاغت میں بھی آپ اپنی نظیر تھیں۔ اسی لیے تمام ازواج میں ان کا نمبر اعلیٰ رہا۔

ازواج مطہرات کے ذریعہ تعلیمات اسلام کی نشر و اشاعت

اس طرز تعلیم کا نتیجہ یہ ہوا کہ صنف نسواں میں ان ازواج کے ذریعہ سے بہت سے مکمل طریقہ پر مسائل اسلامیہ معلوم ہوئے جو تمام احادیث نبوی اور اخبار مصطفوی کے اوراق کو زینت بخشنے والے ہیں کہ بے شمار علوم و قوانین کا ذخیرہ ان عورتوں یعنی ازواج مطہرات کے ذریعہ سے معلوم ہوا۔ نہ صرف فلسفہ ... قوانین معاشرت ازواج کے ذریعہ سے معلوم ہوئے بلکہ فلسفہ تہذیب اخلاق اور قوانین رضوان خلافت کی سیاست مدن وغیرہ میں بھی بہت زیادہ علوم کا استفادہ ان کے ذریعہ سے ہوا ہے خصوصاً حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تو سب میں مثل آفتاب علوم فقہ، حکمت، شعر وغیرہ معلوم ہوئی ہیں۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم پر جب کبھی کسی مسئلہ پر اشکال پیش آتا اور کوئی صورت فیصلہ کی نہیں ہو سکتی تھی۔ تو ان ازواج کی طرف رجوع کرتے اور حدیث باتیں معلوم کرتے تھے۔ تقریباً نصف ان کے اور خصوصاً حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ذریعہ سے معلوم ہوئیں اس مقام کی تفصیل کتب حدیث میں مکمل موجود ہے۔

تعدد ازواج کا سیاسی پہلو

علاوہ ازیں ان امور مذکورہ کے تعدد ازواج سے بہت سے سیاسی مسائل کا حل بھی ہوا ہے اور مختلف خاندانوں سے تعلقات قائم ہو کر اسلامی ترقیات کے اسباب و وسائل وجود میں آئے ہیں اور غالباً یہی وجہ ہے کہ کوئی عورت آپ کے نکاح میں بنی ہاشم کی نہیں ہے۔ کیونکہ وہ اپنا خاندان تھا اس سے تعلق پیدا کرنا کوئی اہم امر نہ تھا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ آپ کی شان تعدد ازواج میں امت سے نرالی اور علیحدہ ہے۔ اس لیے ان کو چار سے زیادہ کی اجازت نہیں ہو سکتی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت رجولیت
اور انتہائی نفس کشی

اب ہم ناظرین کو ایک دوسری طرف متوجہ کرنا چاہتے ہیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری عمر ہے اور امور مذکورہ القصد ایسے لیے در پیش ہیں مگر اس حالت میں نو عورتیں نکاح میں موجود ہیں اور ہر ایک کے پاس نوبت بہ نوبت شب باشی فرماتے ہیں چونکہ ہر عورت کی نوبت کئی روز کے بعد آتی تھی لہذا اس عورت کو حقوق ادا کرنے کی بنا پر جس کا ارشاد ...

فَإِنَّ لِبَدَنِكَ عَلَيْكَ حَقًّا

"بے شک تمہارے بدن کا تمہارے اوپر حق ہے۔"

اسی قسم کے مقام پر حضرت عبداللہ بن عمر اور ابوالدرداء رضی اللہ عنہم وغیرہ سے مروی ہے کہ حضور ... ہر شب ہمبستری کی نوبت آتی تھی اس لیے اندازہ کرنے کی ضرورت ہے کہ جس ہستی میں قوت جماعت اس بڑھاپے میں باوجود اس قدر موانع کے اتنی ہو کر وہ ہر شب میں کم از کم ایک مرتبہ ہمبستری کرے اس کی قوت جوانی کے زمانہ میں کتنی ہوگی۔ پھر اس کا پچیس برس تک بلا زوجہ رہنا اور پچیس برس کے بعد پچیس برس تک ایک ہی عورت پر اکتفا کرنا کس قدر اپنے نفس کو مارنا اور زہد و ریاضت کرنا ہو گا۔ ہر شخص انصاف و عقل سے اس کا فیصلہ کر سکتا ہے۔ ہم ناظرین کو اب پھر دوسرے امر کی طرف بھی توجہ کرنا چاہتے ہیں کہ احادیث میں واقعات ایسے موجود ہیں کہ آپ نے ایک شب میں کبھی کبھی اپنی تمام ازواج جن کی شمار اس وقت نو تک تھی، ہمبستری فرمائی اور یہ واقعات آخری عمر کے ہیں خصوصاً جبکہ ازواج کا وہ واقعہ جو کہ ذوالحلیفہ میں احرام سے پہلے ظہور میں آیا اس لیے غور کرنے کا مقام ہے کہ جس مقدس شخص کی قوت تریسٹھ برس کی عمر تک باوجود احوال مذکورۃ الصدر اتنی ہو اس کی جوانی اور ... کے زمانہ میں کس قدر ہوگی۔ اس کا اس زمانہ میں عفت اور عصمت کے ساتھ بے نکاح اور فقط ایک عورت کے ساتھ رہنا کتنا بڑا سخت کام ہو گا۔

ہم اس مقام پر اس امر کو تسلیم کرتے ہیں کہ ایک شب میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر عورت کے پاس جانا اور ہمبستری کرنا محض شرعی مصلحتوں اور قوانین کے بیان کی غرض سے ہوا تھا جس سے غسل احرام، انصاف بین النساء، حسن معاشرت وغیرہ کے بہت سے مسائل معلوم ہوتے ہیں مگر باوجود ان امور کے ہماری معروضہ بات پر بھی نہایت تیز روشنی پڑتی ہے۔

ایک اہم نکتہ

ہم ناظرین کو پھر ایک اور اہم بات کی طرف توجہ دلانا چاہتے ہیں۔ صحیح احادیث میں موجود ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے جب یہ بیان کیا کہ ایک شب آپ نے تمام موجودہ ازواج سے ہمبستری فرمائی تو لوگوں نے تعجب سے پوچھا کہ اتنی طاقت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں موجود تھی۔ اس پر حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم ... آپس میں گفتگو کیا کرتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چالیس مردوں کی قوت باہ عطا کی گئی ہے۔ یہ قول حضرت انس رضی اللہ عنہ کا نہایت صحیح اور قوی معلوم ہوتا ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو آخری عمر میں اس قدر موانع کے موجود ہوتے ہوئے آپ کو روزانہ ایک زوجہ سے ہمبستری کی طاقت نہیں ہو سکتی تھی چہ جائیکہ نو عورتوں سے ایک شب میں ہمبستری ہو۔ اب اس سے اندازہ کرنا چاہیے کہ جب امت کے ہر ایک شخص کو چار عورتوں سے نکاح کرنا جائز ہے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک سو ساٹھ عورتوں سے نکاح کرنا چاہیے اور جب احاد امت میں چار عورتوں کے سنبھالنے کی قوت ہونی چاہیے اس لحاظ سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پچیس برس تک بلا نکاح رہنا اور پچیس برس تک کی عمر تک فقط ایک زوجہ پر کفایت کرنا کیسا انتہائی تشدد اپنے نفس پر ہوگا اور کیا اس کے بعد بھی فقط نو عورتوں پر کفایت کرنا اعلیٰ درجہ کی ریاضت نہ ہو گی۔

ہم ناظرین کو اس کے بعد ایک اور ضروری بات یاد دلانا چاہتے ہیں۔ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے خصائص کبریٰ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کا مقولہ مذکورۃ الصدر نقل فرماتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جن چالیس مردوں کی قوت باہ آپ کو دی گئی تھی اور اس دنیا کے مرد نہیں بلکہ جنت کے چالیس مردوں کی قوت آپ کو دی گئی تھی اور چونکہ احادیث صحیحہ سے یہ بات دکھلائی ہے کہ جنت میں ہر مرد کو دنیا کے سو مردوں کی قوت دی جائیگی۔ اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں دنیا کے چار ہزار مردوں کی قوت ہونی چاہیے۔ اس لحاظ سے باقاعدہ چار ہزار ازواج چاہیے کہ آپ کو ۱۶ ہزار ازواج کی اجازت دی جائے اور آپ میں اتنی ہی ازواج کی قوت موجود ہونی چاہیے۔ اب اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ جس شخص میں سولہ ہزار عورتوں کی قوت باہ موجود ہو اس کا پچیس برس تک بلا نکاح عفت کے ساتھ رہنا اور پچیس برس تک فقط ایک عورت کے ساتھ رہنا اور اس کے بعد بھی صرف نو عورتوں پر کفایت کرنا نفس کشی کا کتنا بڑا مرتبہ ہے اور اس کے ساتھ نوعمر دوشیزہ لڑکیوں کی طرف رغبت نہ کرنا اجنبی عورتوں سے اس قدر پرہیز رکھنا کہ بیعت کے وقت بھی ان کو فقط پردے سے اور بلا مصافحہ بیعت کرنا، کسی قسم کے غلط ملط کو غیر عورتوں سے روا نہ رکھنا یہ اعلیٰ درجہ کی پاکدامنی اور عصمت نہیں ہے تو کیا ہے۔ واللہ یقول الحق و یہدی السبیل

بقیہ : خطبہ جمعہ

[illegible] کی روایت ہے حدیث قدسی ہے لو ان اولکم وآخرکم وانسکم وجنکم [illegible] تم سب انسان اور جن پہلے اور پچھلے، خشکی اور تری میں رہنے والی مخلوق ساری جمع ہو جائے ایک میدان میں اور جو دل میں آئے مجھ سے مانگیں، سوال کریں تو میں سب کی مراد پوری کروں گا اور ایک ہی وقت پورا کروں تو میرے خزانے میں کمی نہ ہوگی [illegible] سوئی کو سمندر میں ڈبوئے - سمندر کا پانی کم نہیں ہوتا [illegible] گا انگلی سمندر میں ڈبوئے - [illegible] [illegible] [illegible] الا کما ینقص المخیط اذا ادخل البحر [illegible] ولدتم منھا۔

حدیث میں ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ ایسی عورتوں سے نکاح کرو جن کی اولاد زیادہ ہو کیونکہ قیامت کے دن کثرت امت پر فخر کروں گا۔

[illegible] عرض کر رہا تھا کہ اللہ کی سنت ہر موجود ہے [illegible] موجود ہے - اس پر عمل نہیں۔ ہم مسلمان ہو جائیں تو ہمیں [illegible] کے لیے آپ بھی وہ [illegible] ہے، ہر گھر انتظام کرتا ہے حضرت مریم علیہا السلام کی تکلیف کے وقت پانی کا چشمہ پیدا کر دیا۔ کھجور کے درخت سے ایسے وقت پھل دیا جبکہ روایات کے مطابق کھجور کا موسم نہ تھا۔ انہیں حکم دیا کہ کھجور کو ہلاؤ۔ بحکم [illegible] حرکت میں برکت ہوگی، ہلایا تو تازہ کھجوریں ملیں۔

[illegible] کچھ نہیں ہوتا۔ جب تک ہم اسلام کی طرف نہیں آئیں گے، قانون اسلامی کی طرف نہ آئیں گے۔ دنیا سے امن ختم ہو گی، خرابات ختم نہ ہوں گی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں دین اسلام کی خدمت کی توفیق دے۔ اسلامی قانون کی ترویج و نفاذ کے لیے مخلصانہ جدوجہد کی توفیق نصیب فرمائے۔ و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔